قاسم العلوم والخیرات

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نور اللہ مرقدہٗ

اپنے معاصر تذکرہ نگاروں کی نظر میں

ترتیب

سید نفیس الحسینی

ناشر

سید احمد شہید اکادمی

نفیس منزل

۳/۱۷۷ کریم پارک ○ لاہور فون: ۷۷۲۸۱۹۰

اشاعت اوّل

ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ
جون ۲۰۰۳ء

نام کتاب : قاسم العلوم والخیرات

تالیف : سیّد نفیس الحسینی

مطبع : اولمپیا پریس لاہور

ناشر : سیّد احمد شہید اکادمی کریم پارک لاہور

قیمت :

فہرست

حرفِ نفیس

سیّد نفیس الحسینی

قاسم العلوم والخیرات حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قُدس سرہٗ کے نام نامی سے ہر اہلِ دانش و بینش والہانہ عقیدت رکھتا ہے۔ آپ کی نابغہ روزگار شخصیت صرف برِصغیر پاک و ہند ہی کے لئے نہیں بلکہ پورے عالمِ اسلام کے لئے ایک خاص نعمت خداوندی شمار کی گئی ہے۔ آپ کی سب سے بڑی یادگار دارالعلوم دیوبند کی صورت میں شہرۂ آفاق ہے۔ جس سے آج بھی چشمہ ہائے علوم و فیوض پھوٹ رہے ہیں اور ایک جہانِ بسیط اس سے سیراب ہو رہا ہے۔ اگرچہ حضرتِ اقدس نانوتوی قدس سرہٗ مسکینیِ طبع اور اخفاءِ حال میں بے نظیر تھے۔ لیکن اہلِ نظر ان کے علوِ مقام سے بخوبی آگاہ تھے۔

جن میں خود ان کے پیر و مرشد شیخ العرب والعجم قطب الاقطاب عالم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس اللہ العزیز (م ۱۳۱۷ھ)

سرفہرست ہیں۔ ان کا یہ قول فیصل ہے کہ "اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو ایک لسان عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ حضرت شمس تبریزؒ کے واسطے مولانا رومیؒ کو لسان بنایا تھا اور مجھ کو مولانا محمد قاسم لسان عطا ہوئے ہیں اور جو میرے قلب میں آتا ہے مولوی صاحب اس کو بیان کر دیتے ہیں۔"

(انوار العاشقین : مولانا محمد مشتاق احمد انبیٹھوی ص ۸۷)

معاصر علماء عرفاء میں حضرت نانوتویؒ یگانۂ روزگار اور فردِ فرید تھے۔ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ نے "ضیاء القلوب" میں ان کے مقامِ بلند سے اپنے متوسلین و منتسبین کو آگاہ کیا اور دُعاءِ خاص فرمائی۔ فرماتے ہیں :

"ہر کس کہ ازیں فقیر محبت و عقیدت و ارادت دارد مولوی رشید احمد صاحب سلمہ و مولوی محمد قاسم سلمہ را کہ جامع جمیع کمالات علوم ظاہری و باطنی اند بجائی من راقم اوراق بلکہ بمدارج فوق از من شمارند اگرچہ بظاہر معاملہ برعکس شد، کہ اوشان بجائی من و من بمقامِ اوشان شد، صحبتِ اوشان را غنیمت دانند کہ ایں چنیں کسان دریں زمان نایاب اند و از خدمتِ بابرکت ایشان فیضیاب بودہ باشند و طریق سلوک کہ دریں رسالہ نوشتہ شد در نظر شان تحصیل نمانید، انشاء اللہ تعالیٰ بے بہرہ نخواہند ماند۔ اللہ تعالیٰ در عمر شاں برکت دہاد و

از تمامی نعمائے عرفانی وکمالات قربیت خود مشرف گرداناد
وبمراتبات عالیات رسا ناد واز نورِ ہدایت شاں عالم را
منوّر گردانا دو تاقیامت فیضِ اوشاں جاری داراد بحُرمۃ
النبی وآلہ الامجاد۔"

(ضیاء القلوب صفحہ ۶۰
مطبع مجتبائی دہلی)

تقریظ

اٹھارہ سو ستاون کا جہاد برعظیم پاک و ہند کی تاریخ کا ایک زریں باب ہے یہ تحریک آزادی کا پہلا اعلان تھا۔

انگریزوں کے نزدیک جہاد کی آگ مسلمانوں نے بھڑکائی تھی۔ مٹکاف جو اسے کچلنے اور اس نازک ترین حالت میں انگریزوں کی طاقت کو پھر زندہ کرکے منظم حکومت کے قیام کا ایک طاقتور ہاتھ ہے' مختلف آرا کی نقل کرتے ہوئے معین الدین حسن خان کے روزنامچے میں لکھتا ہے:

"بعض نے بتایا کہ غدر اس قومی تحریک کا نتیجہ تھا جس کا مقصد غیر ملکی حکومت سے ہندوستان کو آزاد کرانا اور از سرِ نو اسلامی حکومت قائم کرنا تھا۔"

وہ مزید تحریر کرتا ہے:

"بعض کی رائے میں غدر خالصتاً اسلامی بغاوت تھی۔"

(بحوالہ میاں محمد شفیع ۱۸۵۷ء پہلی جنگ آزادی: واقعات و حقائق۔ لاہور: مکتبۂ جدید ۱۹۵۷ء، ص ۱۵۹)

اس جنگ میں انگریزوں نے بے پناہ مظالم کئے۔ لوگوں کو آگ اور خون کے دریا سے گزرنا پڑا۔ ان کا نشانہ خاص طور پر مسلمان تھے۔ لارڈ رابرٹس کے نزدیک اس کا مقصد یہ ہے:

"ان بدمعاش مسلمانوں کو بتا دیا جائے کہ خدا کے حکم سے صرف انگریز ہی ہندوستان پر حکومت کریں گے۔"

(بحوالہ ایڈورڈ ٹامسن۔ انقلاب ۱۸۵۷ء کی تصویر کا دوسرا رخ۔ مترجمہ شیخ حسام الدین لاہور: اردو اکیڈمی ۱۹۴۷ء۔ ص ۵۵)

موبری تھامسن نے بعض قیدیوں کی دردناک سرگذشت سر ہنری کاٹن کو ان الفاظ میں سنائی:

”میں نے ان بدبخت مسلمانوں کو عالمِ نزع میں بے حال دیکھا۔ یعنی مُشکیں باندھ کر برہنہ ان کو زمین پر لٹایا ہوا تھا اور سر سے لے کر پاؤں تک تمام جسم کو گرم تانبے سے داغ دیا تھا۔ اس روح فرسا نظارے کو دیکھ کر میں نے اپنے پستول سے ان کا خاتمہ کر دینا ہی ان کے حق میں مناسب سمجھا۔“ (ایضاً۔ ص۔ ٦٦)

ایک برطانوی ادیب ارنسٹ جونز لکھتا ہے:

”برطانیہ نے ہندوستان میں موت کا اس قدر لرزہ خیز ڈھنگ ایجاد کیا ہے جس کے تصوّر سے ہی انسانیت کانپ اُٹھتی ہے۔ ان ”رحمدل“ عیسائیوں نے زندہ انسانوں کو توپ سے باندھنے کا انوکھا اور ”مناسب“ طریقہ نکالا۔ ان کے توپ سے پرزے پرزے اڑا دیے۔ خون کی بارش ہوئی اور کانپتے ہوئے انسانی اعضاء اور گوشت کے ٹکڑے تماشائیوں پر گرے۔ کوئی نیرو بھی ان حرکات سے بازی نہیں لے جا سکا۔“

(بحوالہ خورشید مصطفےٰ رضوی۔ جنگ آزادی اٹھارہ سو ستاون۔ دہلی: ندوۃ المصنفین ١٩٥٩ء۔ ص۔ ٥٢٨)

فوری نتائج کے اعتبار سے اٹھارہ سو ستاون کا جہاد ناکام رہا اور اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کے سیاسی اقتدار کا خاتمہ ہو گیا۔ ناکامی سے لوگوں نے فوری طور پر عبرت، حسرت، دکھ اور شکست کا اثر قبول کیا اور وہ بجھ سے گئے۔ اس صورت حال میں بڑے بڑے سہم گئے تھے۔ اس تاریک اور بھیانک دور میں مولانا محمّد قاسم نانوتویؒ برعظیم کے مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے سامنے آئے۔ ان کے خیال میں انگریزی تہذیب اور قیادت مسلمانوں کی تاریخی میراث کے لئے خطرناک تھی، اس لیے انہیں اپنی میراث اور قدیم روایات کو بچانا چاہیے۔

شاید اس لیے کہ مسلمانوں کے روایتی علوم سرکاری سرپرستی سے محروم تھے۔ اگر انہیں سہارا نہ دیا گیا تو ان کا اپنے ماضی سے رشتہ ٹوٹ جائے گا اور یہ صورت ملی مفاد کے خلاف تھی۔ آپ نے حالات کی سنگینی کا مشاہدہ کرنے کے بعد اپنے آپ کو مسلمانوں کے مذہبی سرمایہ کو بچانے کے لیے وقف کر دیا اور اللہ پر توکل کرکے مدرسہ اسلامیہ دیوبند کی بنیاد رکھ دی اس کا اعتراف کرتے ہوئے مولانا شبلی نے ندوۃ العلماء کے ایک سالانہ جلسہ میں کہا تھا:

''عربی کے بیسیوں مدرسے کانپور میں قائم ہیں وہ کس نے قائم کئے ہیں سوداگروں نے' دنیا داروں نے ----- کسی عالم نے نہیں قائم کئے۔ سوائے مدرسہ دیوبند کے جس پر ہم فخر کرتے ہیں' جس کو مولانا قاسم مرحوم نے قائم کیا تھا۔ علاوہ اس کے مدرسہ کسی عالم نے قائم نہیں کیا۔''
(رپوٹ سالانہ ندوۃ العلما ۱۹۱۲ء۔ ص۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰)

مولانا غلام رسول مہر انہیں یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

''بزرگانِ دیوبند میں سے جن مقدس ہستیوں کو اولین درجہ احترام و اعزاز حاصل ہے' وہ حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی' حضرت مولانا محمّد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ہیں۔ **رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم** ان کے اسمائے گرامی اس سرزمین کے آسمان پر ان درخشاں ستاروں کی طرح روشن ہیں' جو تاریکی کے وقت صحراؤں میں مسافروں اور سمندروں میں ملاحوں کو راستہ بتاتے ہیں۔ وہ اپنی زندگیوں میں علم و ہدایت کے مشعل بردار تھے' جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اپنے پیچھے پاکیزہ عملی نمونے چھوڑ گئے' جو دلوں اور روحوں میں برابر دین حقہ کے ولولے پیدا کرتے رہیں گے۔ خصوصاً حضرت مولانا محمّد قاسم اور حضرت مولانا رشید احمد کی تو ایک یادگار دارالعلوم دیوبند ایسی ہے جو

تقریباً ایک صدی سے اس وسیع سرزمین میں دینی علوم کے قیام و بقا کا ایک بہت بڑا سرچشمہ رہی ہے۔ اس کی آغوش میں سینکڑوں ایسی مقدس ہستیوں نے تربیت پائی جن کے کارنامے دین و سیاست دونوں کے دوائر میں قابل فخر ہیں۔"

(غلام رسول مہر۔ ۱۸۵۷ء کے مجاہد۔ لاہور: کتاب منزل (۱۹۵۷ء) ص ۱۶۳)

مولانا محمد قاسمؒ کی ذات گرامی آیتہ من آیات اللہ تھی۔ آپ خلوص، وفا کے پیکر، عالم باعمل اور عاشق کتاب و سنت تھے۔ آپ کی بہت سی مجمل اور مفصل سیر و سوانح تحریر کی گئیں لیکن زیر نظر مجموعے کی شان نرالی ہے کسی شخصیت کے بارے میں معاصرین کی آرا نہایت اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔ معاصرین کا اعتراف خراج کی حیثیت رکھتا ہے ۔ مخدومی سیّد نفیس شاہ صاحب جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم و عرفان کی وافر دولت سے بہرہ مند فرمایا ہے، اکابر کے معاملے میں خلوص فراواں کے حامل ہیں اس لیے مدام متجسس اور جویائے معلومات رہتے ہیں۔ آپ نے معاصر تحریروں سے مولانا نانوتویؒ کے حالات اس طرح جمع کئے ہیں کہ ایک عطر بیز گلدستہ تیار ہو گیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مخدوم کی اس مساعی کو قبول فرمائے اور قارئین کے دلوں میں صاحب تذکرہ کے اصلاحی اور تصنیفی افادات سے مستفید ہونے کا شوق پیدا ہو۔

چونکہ گل رفت و گلستاں شد خراب
بوئے گل را از کہ جویم جز گلاب

افضل حق قرشی
صدر شعبہ
لائبریری، انفارمیشن سائنس
پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

حُجّۃُ الاِسلام

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ

بانیِ دارالعلوم دیوبند (م۔ ۱۲۹۷ھ)

ابھی غزوۂ بالاکوٹ ختم ہوئے دو سال ہوئے تھے۔ قوت علم اور قوت عمل کے عظیم و رفیع علمبردار حق کی حمایت میں اپنی جان کی بازی لگا کر اور خاک و خون میں لوٹ کر جنت الفردوس کی طرف رخصت ہو چکے تھے۔ فضائے ہند میں ایک سنسناہٹ تھی، غم و حزن کی لہریں مسلم ہندی کے قلب میں رہ رہ کر اٹھ رہی تھیں۔ اس کے چہرے اور آنکھوں کے آنسو کہہ رہے تھے کہ یا اللہ اب اسلام اور مسلمانوں کی بقاء ترقی کی کیا صورت بنے گی؟ تقدیر نے کہا گھبراؤ نہیں، تم پر کوہ غم تو ضرور ٹوٹا ہے مگر رحمتِ خداوندی سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ ان مجاہدین کی آواز حق کی بازگشت اپنا رنگ لائے گی۔ ان کی قربانیاں کتنوں کو متحرک کریں گی۔ کتنی روحوں کو گرما دیں گی۔ اتنے میں دوآبے کی ایک گمنام بستی نانوتہ کی سرزمین سے یہ خبر مشہور

ہوئی کہ شیخ اسد علی صدیقی کے یہاں ایک فرزند پیدا ہوا ہے اس کا اصلی نام محمد قاسم ہے۔ تاریخی نام خورشید حسین ہے۔ اس کی پیشانی بتا رہی تھی کہ اسد علی کا یہ بچہ آگے چل کر حجۃ الاسلام ثابت ہوگا، علوم و معارف کو تقسیم کرے گا، تعلیمات محمدیہ رائج کرنے کے لئے اس کی ذات ایک مستقل دار العلم ہوگی، آفتاب نصف النہار ہو کر چمکے گا، دینی قوت عمل سے اپنی مختصر سی زندگی میں ایک ہلچل ڈال دے گا۔

اللہ اللہ کتنے خوش قسمت تھے شیخ اسد علی مرحوم جن کا نور نظر اور لخت جگر یہ پیدائشی باکمال انسان تھا جس نے پورے خاندان کو مشہور کر دیا پورے علاقے کو جگمگا دیا پورے ملک میں اسلام کی لاج رکھ لی۔ جو عالم بھی تھا اور صوفی بھی، مجاہد بھی تھا اور مناظر بھی، حافظ بھی تھا اور مفسر بھی، فقیہ بھی تھا اور محدث بھی، جس کا خط دیدہ زیب، جس کی تقریر دلپذیر جس کی تحریر آب حیات جس نے اپنے زمانے کی ضرورتوں کو مد نظر رکھ کر ایک نئے علم کلام کی بنیاد ڈالی، جس نے علوم اسلامیہ کو زندہ رکھنے کے لئے ایک مرکز قائم کیا جس میں ولی اللہی اور عزیزی فلسفہ و حکمت کو رائج کیا جس نے توحید کا ڈنکا فضائے ہند ہی میں نہیں، نتیجے کے لحاظ سے تمام اقصائے عالم میں بجایا۔

یہ فرزند توحید کچھ زیادہ عمر لے کر نہیں آیا تھا صرف ۴۹ سال کی عمر ہوئی۔ مگر اتنا کام کیا کہ سو سال میں بھی مشکل سے ہو سکتا ہے۔ پوری زندگی اتباعِ سنت، خدمت اسلام و مسلمین اور انسانیت کی خیر خواہی میں نہایت گمنامی اور سادگی کے ساتھ گزاری۔ اپنے کمالات کو بے انتہا چھپایا، اپنی زندگی کو شہرت کے ذرائع سے کوسوں دور رکھا مگر کوئی باکمال چھپا رہ سکتا ہے؟ پھول پتوں میں نہاں ہو کر بھی پوشیدہ نہیں ہوتا۔ آج اس دنیا سے رخصت ہوتے اس کامل انسان کو ۸۵ سال ہو گئے لیکن جتنا زمانہ گزرتا جا رہا ہے اس کے کمالات واضح تر ہوتے جا رہے ہیں۔

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی تحریر فرماتے ہیں۔ ایک دن آپ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فرماتے تھے کہ "اس علم نے روکا، ورنہ اپنی وضع کو ایسا خاک میں ملاتا کہ کوئی بھی نہ جانتا۔ میں کہتا ہوں کہ اس شہرت پر بھی کسی نے کیا جانا جو کمالات تھے وہ کس قدر تھے کیا ان میں سے ظاہر ہوئے؟ اور آخر سب کو خاک میں ہی ملا دیا اپنا کہنا کر دکھلایا۔" (سوانح عمری حضرت قاسم العلوم والمعائذ صنا)

حضرت مولانا حکیم سید فخر الدین حسنی رائے بریلویؒ نے

مہر جہانتاب میں حضرت قاسم العلوم رح کا بھی تذکرہ کیا ہے چند سطریں اس کی بھی پیش کرتا ہوں۔

(مولانا) محمد قاسم نانوتوی بن شیخ اسد علی ....

علامہ عصر فہامہ دہر۔ فاضل متبحر، مناظر، مباحث، حسن التقریر ذکی، ماہر در معقولات، از عہد طفلی طباع، بلند ہمت، وسیع حوصلہ، جفاکش جری بودہ .... در سنہ ۱۲۶۰ھ۔

در دہلی رفت و بخدمت مولوی مملوک العلی رح آغاز تعلیم کردد حدیث بحضور شاہ عبدالغنی محدث مجددی دہلوی رح خواند .....

اکثر از پادریاں و پنڈتاں مباحثہ مذہبی می کردہ غالب می آمدہ از تصنیفاتش حجۃ الاسلام و قبلہ نما مشہور اند ---- راہبر جہانتاب قلمی، حضرت مولانا رفیع الدین عثمانی رح دیوبندی مہتمم اول دارالعلوم دیوبند کے داماد، مولانا ضیاء الحق عثمانی مرحوم نے مختصر طریقے پر حضرت قاسم العلوم رح کی پوری زندگی کا حساب اس طرح لگایا ہے۔

آپ کی عمر ۴۹ سال چار ماہ چار یوم ہوئی ------- اور یہ عمر اس تفصیل سے بسر ہوئی۔

نو سال والدین کے زیر سایہ ناز و نعمت میں، آٹھ سال تعلیم و تربیت میں، آٹھ سال ------ ذکر و شغل میں، چوبیس سال ترقی اسلام اور رفاہ مسلمین (کے کاموں) میں۔

۴ رجمادی الاول ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۵ اپریل ۱۸۸۰ء یوم پنجشنبہ ایک بجے دن کے ضیق النفس کی بیماری سے انتقال فرمایا (یادداشت مولانا حاجی ضیاء الحق عثمانی دیوبندیؒ نزد دفتری نورالحق عثمانی مدظلہ) اس یادداشت کی رو سے حضرت قاسم العلومؒ کو صرف چوبیس سال ترقی اسلام اور رفاہ مسلمین کا کام انجام دینے کا موقع ملا ہے حساب لگایا تو ٹھیک ۱۲۷۳ھ (مطابق ۱۸۵۷ء) سے اس رفاہی دور کا آغاز ہوتا ہے۔

میدان شاملی

محرم ۱۲۷۴ھ میں بتقاضائے حمیت اسلامی شاملی کے میدان میں معرکۂ جہاد گرم کیا۔ شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہؒ کی رہنمائی اور دیگر رفقاء کی رفاقت میں فرنگیوں کی طاقت ور فوج سے مقابلہ کیا۔ یہ ایک طویل داستان ہے۔ نتیجے کے لحاظ سے بظاہر ناکامیابی ہوئی لیکن دنیا کو دکھا دیا کہ حق کے متوالے ضرورت پڑ جانے پر کفن بردوش ہو کر بھی نکل پڑتے ہیں۔ حافظ محمد ضامن تھانویؒ اس معرکے میں شہید ہوئے۔ حضرت قاسم العلومؒ کو اس سالک راہ طریقت مرد مجاہد کی جدائی کا بڑا صدمہ ہوا۔ ایک درد انگیز طویل مرثیہ لکھا جس کا ایک ایک شعر خون کے آنسو بہانے کی دعوت دیتا ہے۔ (یہ مرثیہ مجھے مکہ معظمہ میں مدرسہ صولتیہ کے

کتب خانے سے ملا۔ حضرت حاجی صاحبؒ کی کتابوں میں حکیم ضیاء الدین رامپوریؒ کی لکھی ہوئی ایک کتاب ہے جو حضرت حافظ محمد ضامن شہیدؒ کے مختصر سوانح پر مشتمل ہے اسی کتاب میں یہ مرثیہ درج ہے۔ ناظرین ندائے ملّت کے لئے اس مرثیہ کے چار شعر یہاں لکھتا ہوں۔

شہید راہِ حق حافظ محمد ضامن چشتی
بنایا تھا جسے حق نے ملا کر عشق و عرفاں سے
دو کو صبر کچھ اب کے دل مضطر کے ہاتھوں سے
نظر آتا ہے غم میں ہاتھ دھو بیٹھیں گے ہم جاں سے
نظر آئے گی یارب پھر بھی وہ صورت کبھی ہم کو
سنیں گے پھر بھی وہ آواز ان لبہائے خنداں سے
دل مایوس کی کوئی نہیں صورت تسلّی کی
مگر ہاں سر نکالو تم اگر گنج شہیداں سے

اس معرکے کے بعد پیر طریقت حضرت حاجی صاحبؒ نے ہجرت کی راہ اختیار کی۔ مرید صادق کے قلب پر پیر و مرشد کی مفارقت کا کس قدر صدمہ ہوگا اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ رفیق غمگسار رشید حضرت گنگوہیؒ گرفتار ہوتے جیل میں رہے۔ کتنے اور رفقاء ہوں گے۔ جو شاملی کے میدان میں خاک و خون میں تڑپے ہوں گے۔ بنا بنایا نقشہ بگڑ گیا۔ فرنگی

دوبارہ برسراقتدار آگیا، مغلیہ سلطنت کو اپنی آنکھوں کے
سامنے برباد ہوتے دیکھا، انگریز کے انتقامی جذبات نے
مسلمانوں کو عموماً اور حقانی علماء و مشائخ کو خصوصاً نہ تیغ
کیا، پھانسی پر چڑھایا، کالے پانی بھیجا یہ سب واقعات حضرت
مولانا رحؒ کے سامنے ہوئے خود ان کی گرفتاری کا وارنٹ تھا وہ
تو یہ کہئے کہ قدرت کو اسلام اور مسلمین کی خدمت (حمایت کے
لئے ان کو بچانا منظور تھا ورنہ فرنگی کے آہنی پنجے میں گرفتار ہونے
میں کوئی کسر تھوڑی رہ گئی تھی۔ ۱۲۷۳ھ سے لے کر ۱۲۸۳ھ
تک دس سال کا زمانہ عسرت کے ساتھ ساتھ خاموشی در د
پوشی، درد والم اور غم وحزن اور انتہائی کرب و بے چینی میں
گزارا۔ اس عرصے میں کس قدر تکالیف اُٹھائیں کیا کیا مصائب
جھیلے، رفاہیت کے کاموں کو کس طرح انجام دیا اس کی تفصیل
نہ خود بیان کی نہ کسی نے لکھی۔ اتنا پتہ چلا کہ ۱۲۷۷ھ حج و
زیارت کے لئے گئے علاوہ فریضہ حج کی ادائیگی کے پیر و مرشد
کی ملاقات بھی پیش نظر ہو گی۔ دس سال کے غور و فکر حجاز مقدس
کے برکات اور پیر و مرشد کی توجہات کے نتیجے میں حضرت قاسم
العلومؒ باطل کے زہریلے اثرات کو زائل کرنے کے لئے ایک
تریاق تیار کرنے میں کامیاب ہوتے ہم نے دیکھا کہ وہ ۱۲۸۳ھ
میں خدا کا نام لے کر اس زمانہ کے اہل اللہ کی ہمراہی میں دیوبند

جیسے ایک چھوٹے سے قصبے میں ایک مدرسہ اسلامیہ کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ یہ ان کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہے اور جس کو رفاہ اسلام اور رفاہ مسلمین کے سلسلے میں شاہکار کہنا چاہیئے فرنگی جو جو چال مسلم سلطنت کو برباد کرنے کے بعد دین اسلام کی بربادی کے لئے تیار کر رہا تھا، نظام تعلیم میں مذہب اسلام کے خلاف جو سازش بروئے کار لایا تھا حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی قدس سرہ کی طرح حضرت قاسم العلومؒ کی کڑی نظر اس پر تھی۔

۱۲۸۳ھ سے ۱۲۹۶ھ تک کا دور وہ دور ہے جس میں تصنیف وتالیف کے ساتھ ساتھ درس وتدریس کا مشغلہ بھی ہے۔ جس مدرسہ کی بنیاد خود رکھی اس میں بیٹھ کر نہیں پڑھایا۔ کبھی نانوتہ میں، کبھی میرٹھ میں کبھی دہلی میں کسی مطبع میں یا کسی مکان میں شاگردوں کی ایک مختصر جماعت کو پڑھاتے ہوئے ملتے ہیں۔ البتہ وفات سے کچھ عرصے پہلے بیماری کے زمانے میں دیوبند میں چھتہ والی مسجد میں حدیث کا درس دیا ہے حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن صدیقی امروہی مفسرؒ نے یہیں آپ سے ترمذی شریف پڑھی ہے۔ اس عرصے میں، اپنے تلامذہ کی ایک مختصر مگر بے مثال جماعت تیار کی جن میں راس الاذکیاء حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہیؒ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن

محدث دیوبندیؒ فخر العلماء حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ حضرت مولانا عبد العدل پھلیؒ حضرت مولانا عبد العلی صاحب عبد اللہ پوری میرٹھی، حضرت مولانا حافظ عبد الرحمٰن صدیقی امروہی حضرت مولانا نواب محی الدین مراد آبادیؒ حضرت مولانا حکیم رحیم اللہ بجنوری، حضرت مولانا منصور علی خاں مراد آبادیؒ وغیرہم جیسے اکابر امت کو اپنے فیوض و برکات اور چشم خاص کی تاثیر سے تیار کیا۔ جن کا فیض انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک جاری رہے گا۔ سچ پوچھئے تو ان شاگردوں نے اور ان کے بعد ان کے شاگردوں نے علم و عرفان کے چشمے جاری کر دیئے اور ہند اور بیرون ہند میں توحید و سنت کے چراغ روشن کئے۔

دیگر مدارس کا قیام علاوہ دیوبند کے، براہ راست یا بالواسطہ دوسرے مقامات پر بھی مدارس اسلامیہ قائم فرمائے، امروہہ، مظفر نگر، مراد آباد خورد سنبھل، نگینہ اور نہ معلوم کن کن شہروں اور قصبوں میں اپنے آپ جا کر یا کسی شاگرد کے ذریعے مدرسے کھلوائے۔ درحقیقت شمالی ہند کے یہ مدرسے مذہبی چھاؤنیاں تھیں۔ جنہوں نے ہر دور میں باطل طاقتوں کے مقابلے میں دفاعی خدمات انجام دیں۔

مطابع میں تصحیح اسی زمانے میں حضرت قاسم العلومؒ ہم کو

کبھی تو مطبع احمدی میں ملتے جلتے ہیں، کبھی مطبع ہاشمی میرٹھ میں تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ تصحیح کر کے پانچ چھ روپیہ ماہوار اپنے خرچ کے لیئے حاصل کر لیتے ہیں اور اس میں سے بھی کچھ شاگردوں پر صرف کر دیتے ہیں۔ مطبع مجتبائی دہلی سے بھی تعلق ہے، منشی محمد ممتاز علی سے بھی اچھے تعلقات ہیں ان کے مطبع میں بھی شاید تصحیح کا کام کیا ہے ۔ حضرت قاسم العلوم رح نے ان مطابع سے نہ معلوم علوم وفنون کی کتنی کتابوں کو چھپوایا ہوگا۔ مدارس کا نظام قائم ہو رہا تھا مگر کتابیں نایاب یا کمیاب تھیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی غیر محسوس جدوجہد سے مدارس کے کتب خانے بہت جلد کتابوں سے لبریز ہو گئے ۔ غالباً یہی مصلحت تھی کہ کسی چھوٹے بڑے مدرسے میں بیٹھنے کی بجائے چھاپے خانوں میں رہ کر اپنے رفاہی دور کا ایک بڑا حصہ گزارا۔

ترکی اور روس کی جنگ میں چندے کی تحریک اور فتوی

وفات سے تقریباً تین سال پہلے ۱۲۹۴ھ میں سلطان روم (ترکی) اور روس کی جنگ چھڑی تو حضرت قاسم العلوم رح بے چین ہو گئے اور اس سلسلے میں ترکوں کی مدد کے لیئے تمام مسلمانوں سے چندے کی تحریک کی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ بابت تحریک چندہ برائے عسکر سلطان عبدالحمید خاں

مطبع ہاشمی میرٹھ میں چھپ کر شائع ہوا تھا اور اب قریب قریب نایاب ہے۔ اسی زمانے میں اس جنگ کے سلسلے میں ایک فتوی بھی مرتب فرمایا جس کو احقر نے قلمی شکل میں دیکھا ہے۔

حج

حضرت مولانا محمد قاسم العلومؒ نے تین حج کئے پہلا ۱۲۷۶ھ میں دوسرا ۱۲۸۵ھ میں تیسرا ۱۲۹۴ھ میں، سفر حج و زیارت کے سلسلے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی سفرنامہ تحریر نہیں فرمایا جس سے پوری تفصیلات معلوم ہوتیں۔

مذاہب کانفرنس میں شرکت

۱۲۹۳ھ اور ۱۲۹۴ھ میں میلہ خدا شناسی (جس کو مذاہب کانفرنس کہا جا سکتا ہے) میں شرکت فرمائی ان دونوں کانفرنسوں میں مختلف مذاہب کے مبلغین مناظرین وکیل اور نمائندے شریک ہوئے تھے حضرت قاسم العلومؒ نے بحیثیت وکیل اسلام ان جلسوں میں مباحثہ و مناظرہ کر کے اور اپنی بہترین تقاریر کے ذریعہ فرزندانِ توحید کا سر افتخار بلند کر دیا۔ گفتگوئے مذہبی اور مباحثہ شاہجہاں پور، میں ان دونوں جلسوں کی مفصل روئیداد موجود ہے۔ ان دونوں جلسوں کی کیفیت آخر میں قدرے تفصیل سے عرض کروں گا۔

میرٹھ اور رڑکی میں دفاعی خدمات

اس سے اگلے سال

پنڈت دیانند سرستی نے میرٹھ میں قیام کر کے اسلام اور قرآن پر اعتراضات کئے تو حضرت مولانا باوجود علالت کے وہاں تشریف لے گئے اور بہت چاہا کہ پنڈت جی سے گفتگو کریں مگر انہوں نے گفتگو کا موقع نہیں دیا وہ حضرت مولاناؒ کے کامیاب مباحثے اور الہامی تقریروں کو دوسرے میلہ خدا شناسی میں دیکھ اور سن چکے تھے۔ پھر رڑکی میں قیام کر کے پنڈت جی نے اپنے مشہور اعتراضات دہرائے اور برسرعام ان کو بیان کیا حضرتؒ کو اطلاع ہوئی تو مع جماعت تلامذہ و رفقاء باوجود ضعف و نقاہت کے تشریف لے گئے اور دعوت مناظرہ دی وہاں بھی پنڈت جی نے دوبدو گفتگو مناسب نہ سمجھی۔ حضرت مولاناؒ نے رڑکی میں اپنے لائق و فاضل شاگردوں کو حکم دیا کہ جو جو اعتراضات ہم تک پہونچے ہیں ان کے جوابات مختلف جگہوں پر کھڑے ہو کر دیئے جائیں چنانچہ وہاں کئی دن قیام فرمایا۔ حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن صاحب صدیقی امروہی رڑکی میں حضرت قاسم العلومؒ کے ہمراہ تھے۔ احقر نے کئی مرتبہ ان کی زبانی رڑکی کے واقعات سنے ہیں۔

حضرت قاسم العلومؒ نے ۱۲۹۳ھ اور ۱۲۹۶ھ کے درمیانی

وقفے میں قبلہ نما، حجۃ الاسلام اور انتصار الاسلام تین معرکۃ الآرا کتابیں تحریر فرمائیں۔ قبلہ نما کو میں نے اسی مضمون کی تیاری کے دوران میں پہلی مرتبہ غور سے پڑھا۔ حق یہ ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مخالفین اسلام کے اس اعتراض کا کہ اسلام کعبہ پرستی کی تعلیم دیتا ہے۔ اتنا محققانہ، تشفی بخش اور مسکت جواب دیا ہے کہ کوئی انصاف پسند مخالف اس اعتراض کو قیامت تک پھر نہ دہرا سکے گا۔

شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجرؒ سے وابستگی

حضرت قاسم العلومؒ نے شیخ المشائخ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کے ہاتھ غالباً تعلیم سے فارغ ہو کر بیعت کی تھی مگر آپ کو اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو بچپن ہی سے حضرت حاجی صاحبؒ سے واقفیت تھی۔ حضرت مولاناؒ کے خاندان میں حضرت حاجی صاحبؒ کی ننھیال تھی دوسرے ان کی ہمشیرہ نانوتہ میں بیاہی گئی تھیں ان سے ملنے کے لئے حضرت حاجی صاحبؒ جاتے رہتے تھے۔ حضرت مولانا محمد یعقوبؒ نے سوانح قاسمی میں تحریر فرمایا ہے کہ کتاب کی جزو بندی (جلد سازی) ہم دونوں نے بچپن ہی میں حضرت حاجی صاحبؒ سے سیکھی تھی اور ہم اپنی کتابوں کی جلد اپنے ہاتھ سے باندھ لیا کرتے تھے۔ اس وقت

سے یہ ربط بڑھتا رہا بالآخر روحانی ارتباط قائم ہوا، وادیٔ سلوک میں قدم رکھ کر تمام منازل کو طے کیا اس سلسلے میں آپ نے جو کمالات حاصل کئے اس کا اندازہ خود پیر و مرشد کی چند مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تحریروں سے ہوتا ہے حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے بارے میں ضیاء القلوب میں جو تحریر فرمایا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے۔

"اور جو شخص اس فقیر سے محبت و عقیدت و ارادت رکھے مولوی رشید احمد سلمہٗ گنگوہی اور مولوی محمد قاسم سلمہٗ نانوتوی کو کہ تمام کمالات ظاہری و باطنی ان میں موجود ہیں راقم کی جگہ سمجھے بلکہ مجھ سے فائق المدارج جانے اگرچہ ظاہری معاملہ برعکس ہوگیا کہ میں ان کی جگہ اور وہ میری جگہ ہوگئے۔ اور ان کی صحبت کو غنیمت سمجھے کہ اس زمانے میں ایسے آدمی نایاب ہیں اور ان کی خدمت بابرکت سے فیض یاب ہوتا رہے اور طریق سلوک جو اس رسالے میں لکھا گیا ہے ان کے سامنے حاصل کرے ان شاء اللہ تعالیٰ بے بہرہ نہیں رہے گا اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں برکت دے اور اپنی عرفانی نعمتیں اور قربت کے کمالات سے مشرف کرے اور بڑے بڑے مرتبوں پر پہونچائے اور ان کے نور

ہدایت سے عالم کو منوّر کرے اور تا قیامت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور اس کے آل کے طفیل سے ان کو فیض جاری رکھے۔ الخ

(تصفیۃ القلوب ترجمہ ضیاء القلوب

مطبوعہ مجتبائی ص ۱۰۰، ۱۰۲)

حیاتِ قاسم العلوم رحمہ اللہ کے تمام گوشوں پر غور
کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ہندوستان کے
اندر ناسازگار ماحول میں، ملتِ اسلامیہ کے لیے جو کام
حضرت مولاناؒ نے کیے اور ان میں اتنی برکت ہوئی، وہ نتیجہ
ہے اخلاص وللّٰہیت کا، توکل و ایثار کا، تواضع الگ رکھی۔

۔ خدمت خلق کا جذبہ ان کی رگ رگ میں پیوستہ تھا ان کے دل میں دامِ رفاہیت کا بالعموم اسلام اور اہلِ اسلام کا بالخصوص درد تھا۔ یہ سب خوبیاں اور عقلِ معاد کی تابناکیاں، خلوص ولقین، ذکراللہ اور اتباع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں حاصل ہوئی تھیں۔ اوّل وہ ایک شیخ کامل کا دامن تھام کر بیٹھ پائے "کاملے پامال شو" کا مصداق بنے، پھر فروغ ملت کے معاملے میں جو کچھ خدمات کیں ان میں برکات کا ظہور ہوا۔

چوبیس سال خدمت اسلام اور رفاہ مسلمین کے کاموں میں صرف کرنے سے پہلے آٹھ نو سال تزکیۂ نفس اور تصفیہ قلب کے ذریعے خود کو سنوارنے میں صرف کئے۔ ہم وابستگان قاسمی کے لئے یہ ایک قابل تقلید نمونہ اور ناقابل فراموش سبق ہے۔

بیعت وارشاد حضرت قاسم العلومؒ بیعت بہت کم فرماتے تھے۔ انہوں نے اپنے اندر کے حالات وکیفیات کو اتنا چھپایا کہ اس کی کم تعداد ملتی ہیں۔ نسبت باطنی میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے صرف ایک خلیفہ مجاز کا پتہ کیسے چل سکا ہے اور وہ حضرت مولانا حکیم محمد صدیق صاحب مرادآبادی تھے، آیئے اس موقع پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فیضی کلمات اور پڑھ لیجئے جو ۱۲۹۶ھ میں کسی جمعہ کے دن

بمقام نانوتہ غالباً کسی کو بیعت کرتے وقت ارشاد فرماتے تھے قطب الوقت حضرت مولانا حافظ عبدالغنی پہلاودیؒ نے منشی فضل حق دیوبندی مرحوم کی بیاض سے ان کلمات کو ۱۳۰۲ھ میں نقل کیا تھا۔ ان میں سے چند کلمات بطور تبرک یہاں لکھتا ہوں ان سے اندازہ ہوگا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا انداز طبیعت کیا تھا اور وہ اپنے متوسلین میں کس درجہ دینداری اور اخلاص دیکھنا چاہتے تھے۔

(۱) اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھنا۔

(۲) سارے تصوّف کا خلاصہ دو چیزیں ہیں بقول شیخ سعدی علیہ الرحمۃ یکے آنکہ بر خویش خود بیں مباش + دوم آنکہ بر غیر بد بیں مباش۔

(۳) ذکر واذکار سے مقصود محض محبّت الٰہی ہے اور محبّت الٰہی۔ بدون پیروی حضرت رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلّم کے پوری پوری نہیں ہوسکتی کیونکہ رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلّم سے زیادہ کوئی محبوب، خدا کا نہیں اور ظاہر ہے کہ محبوب کا قول و فعل محبوب ہوتا ہے۔

(۴) کشف و کرامات سالک کے لئے کوئی ضروری یا عمدہ یا بہتر شئے نہیں بلکہ کمتر درجہ ہے۔

نادان بچے کو شیرینی وغیرہ کی طمع دے کر مکتب میں لے جاتے

ہیں نہ کہ مرد دانا کو۔

(۵) ہر شئے میں کسی قدر للّٰہ نکالنا چاہیئے۔

(۶) جس ورد یا وظیفے کو شروع کرے اس پر مداومت چاہیئے خواہ قلیل ہو یا کثیر۔

(۷) خدائے تعالیٰ کا منشا یوں معلوم ہوتا ہے کہ رات دن کا نصف عبادت میں صرف ہو اور نصف حوائج ضروریہ میں۔

(۸) ایسی محفلوں اور مجلسوں میں جس میں ذکر خدا اور رسول نہ ہو نہ بیٹھنا چاہیئے۔

اکثر تنہا رہنا چاہیئے۔

(۹) حتی الوسع ہاتھ سے روپے سے پیسے سے مسلمانوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہیئے۔

(۱۰) علماء و صلحاء کی صحبت اختیار کرنا چاہیئے اور جہلاء سے پرہیز۔

شاگردوں پر شفقت

اپنے شاگردوں سے بڑی محبت اور ان پر بڑی شفقت فرماتے تھے ان کو مکاتبت میں اونچے القاب سے یاد فرماتے تھے۔

حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن صدیقی مفسر امروہیؒ کے ذخیرۂ مکتوبات میں سے ان کے صاحبزادہ مولانا عبدالمومن صدیقی زید مجدہم کے ذریعے حضرت قاسم العلوم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک

مکتوب گرامی حاصل ہوا ہے جو فارسی زبان میں ہے اور حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ کے نام ہے، اس کے اوّل و آخر کا ترجمہ پیش کرتا ہوں اس سے اندازہ ہوگا کہ وہ اپنے شاگردوں پر کتنے شفیق تھے۔ داخلی قرائن سے پتہ چل رہا ہے کہ یہ مکتوب مبارک میرٹھ سے تحریر فرمایا ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔

محمدؐ قاسم عفی اللّٰہ عنہ عزیزم مولوی فخر الحسن جعلہ اللّٰہ مفخراً ومفطحاً کی خدمت میں اوّلاً سلام مسنون پیش کر کے گزارش کرتا ہے کہ میرا حال ہر طرح سے بفضلِ الٰہی ٹھیک ہے۔ البتہ آنعزیز کی مفارقت ملال انگیز حادثہ ہے۔

بندہ کمترین، آنعزیز اور عزیزم مولوی احمد حسن (امروہی) کو مثل چشم و چراغ دیکھتا تھا اپنا دست و پا سمجھتا تھا، نہیں سمجھتا تھا ایک روز مفارقت بھی آنے والا ہے آنعزیز تو چلے گئے اب عزیزم مولوی احمد حسن کچھ عرصے بعد (فارغ ہو کر) چلے جائیں گے پھر وہی میں اور وہی گوشہ تنہائی۔ اس عرصے میں آنعزیز کا جو خلا پہونچا تو زخم پنہاں نمودار ہو گیا اور ملالِ جدائی تازہ ہو گیا۔ میرے بھائی مجبوری کی بات ہے اگر عسرت و افلاس، آنعزیز کے اقارب کو در پیش نہ ہوتا جس کی وجہ سے (آنعزیز نے ملازمت اختیار کی) تو میرا

دل نہیں چاہتا تھا کہ آنعزیز کو جدا کروں مگر جو پیش آئے بجز صبر چارہ نہیں ہے ہر چند دُور ہوں مگر اگر عنایت احباب شامل حال ہے تو نزدیک ہوں۔

...... نسائی شریف ان شاء اللہ تعالےٰ پرسوں شنبہ کے دن شروع ہوگی میر زاہد امور عامہ عرصہ ہوا ختم ہوگئی۔ لیکن صحیح مسلم کے اسباق جو آخر سے باقی تھے اس اثناء میں پڑھے گئے اس کے بعد مولوی محمود حسن (دیوبندی) مولانا احمد علی صاحب (سہارنپوری) کے نسخہ نسائی کی تلاش میں جو کہ دوسرے نسخوں کے مقابلے میں صحیح ہے۔ سہارنپور گئے تھے اور وہاں سے دیوبند گئے شاید دو روز وہاں مقیم رہ کر واپس آگئے ہیں۔ شرح چغمینی بھی شروع ہوگئی ہے۔ اس کے چند ورق پڑھے جاچکے ہیں۔ چار پانچ دن ہوئے مولانا رشید احمد صاحب کا گنگوہ سے خط آیا تھا اس میں ارقام فرمایا تھا کہ محمد ذکی ابن مولوی محمد تقی کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون سب کی طرف سے خصوصاً مولوی محی الدین (مرادآبادی) کی طرف سے کہ انہوں نے سلام لکھنے کو کہدیا ہے، سلام قبول ہو۔ مولوی محمد ہاشم (میرٹھی) سلام کہتے ہیں ...... جلد اپنے حال کی اطلاع دیں اس لئے کہ بخار اور درد سر کی شکایت جو لکھی تھی اس سے طبیعت کو پریشانی ہے۔

پہلا میلہ خدا شناسی

۱۲۹۳ھ (مطابق ۱۸۵۶ء) میں پہلا میلہ خدا شناسی ہوا جس میں حضرت قاسم العلومؒ نے شرکت فرمائی تمام مذاہب کے مناظرین و مبلغین اس میں جمع تھے مگر اصل مقابلہ عیسائیوں سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں فتح مبین حاصل کرائی۔ بڑے بڑے فاضل عیسائیوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ چاند پور میں جو شاہجہاں پور سے پانچ چھ کوس پر ہے۔ یہ میلہ ہوا۔ منشی پیارے لال کبیر پنتھی نے یہ میلہ قائم کیا تھا جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بھی شرکت کی استدعا وہاں سے ہوئی تو نانوتہ سے پا پیادہ روانہ ہوئے دیوبند میں ایک شب قیام فرمایا، مظفر نگر اور میرٹھ میں بھی ایک ایک شب قیام رہا، بالآخر دہلی پہونچے ۵ رمئی کو ہمراہی مولانا سیّد ابوالمنصور و دیگر رفقاء تلامذہ دہلی سے روانہ ہو کر ۶ رمئی کو بعد عصر شاہجہانپور پہونچے۔ وہاں حضرت مولانا اپنے آپ کو چھپاتے اور غیر معروف تاریخی نام خورشید بتاتے رہے رات کو ایک سرائے میں قیام کر کے بعد نماز صبح پیدل چاند پور تشریف لے گئے ـــــ مدت مباحثہ دو روز تھی مگر باصرار حضرت مولاناؒ پادری نولس نے ایک دن اور بڑھانے کا وعدہ کر لیا تھا۔ کالے، گورے، ہندوستانی، انگلستانی تمام پادری اس مجمع میں موجود تھے۔ تقریر کا وقت

۵ امنٹ اور سوال وجواب کا ۱۰ امنٹ مقرر ہوا حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے بہت چاہا کہ مدت تقریر بڑھتا جائے مگر عیسائیوں نے نہ مانا۔ پادریوں کی ہر بات و بے جا شرائط کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مان لیا۔ اور نہایت تحمل اور اطمینان سے ان کی ہر ہر بات کا جواب دیا۔

ایک دن دوران تقریر میں ایک پادری نے جس کے گلے میں فوجی تمغہ تھا حضرت مولانا کو غلط طریقے سے ٹوکا تو حضرت محدث امروہی رحمۃ اللہ علیہ کو اس پر غصہ آگیا اور اچھی طرح اس کو ڈانٹا حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فاضل شاگرد کے غصے کو یہ فرما کر روکا "یہ آپ کو نہیں کہتے مجھے کہتے ہیں"۔

بعد اختتام جلسہ وہی پادری صاحب جنہوں نے درمیان تقریر اختلاف کیا تھا ملنے آئے اور کہا میں ملنے آیا ہوں اب رخصت ہوتا ہوں حضرت نے فرمایا آپ نے بڑا کرم کیا۔ اس کے بعد ان پادری صاحب نے کہا "مولوی صاحب آپ کی تقریر نہایت عمدہ ہے۔

جب اہل اسلام میلے سے روانہ ہوئے تو گاڑیوں کی قطار سے بیس قدم پر ایک جوگی جا رہا تھا اس کے معتقد اس کے ساتھ تھے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کر کے اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا جے مولبی (یہ مولوی) ہے، اتفاقاً حضرت

مولاناؒ کی نظر اس پر پڑ گئی اس نے سلام کیا حضرتؒ نے ہاتھ اُٹھا کر جواب دیا، وہ جوگی دوڑا اور گاڑی تھام کر حضرت مولاناؒ سے کہا تم نے بڑا کام کیا۔ حضرتؒ نے فرمایا میں نے کیا کیا اللہ تعالیٰ نے کیا، اس نے کہا کیا کہتے ہو، پھر جوگی نے چار انگلیوں سے اشارہ کر کے کہا جب تم نے بولی ماری (تقریر کی) تو ہم نے دیکھا پادری کا اتنا سر یہ (جسم) گھٹ گیا تھا۔ حضرتؒ نے فرمایا تم کہاں تھے خیمے کے باہر تھے؟ جوگی نے کہا ہم بھی خیمے کے اندر تھے۔ پھر حضرتؒ نے فرمایا تمہارا نام کیا ہے؟ جوگی نے کہا جانکی داس۔

بعد اختتام جلسہ مولوی عبدالوہاب ساکن بریلی نے پادری سے کیفیت جلسہ پوچھی اس نے کہا کیا پوچھتے ہو ہم کو بہت سے اس قسم کے جلسوں میں شامل ہونے کا اتفاق ہوا اور بہت سے عالموں سے اتفاق گفتگو ہوا پر نہ یہ تقریریں سُنیں نہ ایسا عالم دیکھا ایک پتلا دُبلا سا آدمی معمولی سے کپڑے یہ بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ یہ کچھ عالم ہیں ہم جی میں کہتے تھے کہ یہ کیا بیان کریں گے یہ تو کچھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ حق کہتے تھے پر اگر تقریر پر ایمان لایا کرتے تو اس شخص کی تقریر پر ایمان لے آتے۔

دوسرا میلہ خدا شناسی

اگلے سال ۱۲۹۴ھ مطابق مارچ ۱۸۷۷ء میں دوسرا میلہ

خدا شناسی منعقد ہوا۔ اس میں تمام مذاہب کے مناظر
اور مبلغین موجود تھے اس سال علاوہ پادری نولس کے
پادری واکر صاحب اور پادری اسکاٹ صاحب بھی
تھے، ہنود میں پنڈت دیانند سرستی اور منشی اندرمن بھی
آئے تھے۔

پادری اسکاٹ کا معقول دانی میں بڑا شہرہ تھا مگر
پھر بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی گزشتہ سال کی فاتحانہ الہامی
تقاریر سے تمام مذاہب کے نمائندے بالعموم اور پادری
صاحبان مرعوب تھے اس وقت حضرت مولانا چاہتے تھے
کہ گفتگو کا سلسلہ رواں ہو تا کہ حقانیت اسلام کو
واضح کرنے کا زیادہ موقع مل جائے گا۔ تمام مذاہب کے وکلاء
خصوصاً پادریوں نے کہا ہم کو زیادہ فرصت نہیں ہے۔ حضرت
مولاناؒ نے اس موقع پر فرمایا۔

یہ بات (کہ ہم کو زیادہ فرصت نہیں دو دن سے زیادہ
نہیں ٹھہر سکتے) ہمارے کہنے کی تھی باوجود افلاس و بے
سروسامانی قرض دام لے کر اپنی ضرورتوں پر خاک ڈال کر
ایک مسافت دور دراز قطع کر کے یہاں تک پہونچ جائیں
اس پر یہ قول ہے کہ جب تک حسب دلخواہ فیصلہ نہ ہو جائے
گا ہم نہ جائیں گے اور آپ صاحب تو اس کام کے وکیل ہیں

جانے میں کوئی دقت نہیں اس کے کیا معنی کہ آپ کو فرصت نہیں یہ عذر کرتے تو ہم کرتے"۔

اس میلۂ خداشناسی میں حضرت قاسم العلومؒ نے سیرت نبوی اور حقانیتِ اسلام پر عقلی و نقلی دلائل سے بحث فرمائی اور اپنی تقاریر سے تمام مذاہب کے نمائندوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ اس مرتبہ بھی نمایاں کامیابی ہوئی۔ پادری اسکاٹ نے اختتام جلسہ کے بعد ایک صاحب سے کہا مولوی صاحب مولوی نہیں، صوفی مولوی ہیں اور اس قسم کا علم اب اہلِ اسلام میں نہیں رہا اور یہ بھی اقرار کیا کہ کوئی شخص الٰہیات میں اہل اسلام کا ہم پلّہ نہیں"۔

سوادِ تحریر شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ

۷۸۶

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت بابرکت عزیزم مولوی خلیل الرحمٰن صاحب دام محبتہ للہ

بعد سلام مسنون و دعاء خیر آنکہ مکتوب آن عزیز رسید و از حال پر ملال انتقال مولانا احمد علی صاحب مرحوم

و لخت جگرم و پارۂ دلم مولوی محمد قاسم صاحب رحمہم اللہ اطلاع داد سابق ہم خبر رسید انا للہ و انا الیہ راجعون

افسوس صد افسوس کہ آن یاران بادہ خوردند و رفتند — تہی خمخانہ کردند و رفتند

[illegible] افلاک [illegible] سایہ ہم خاک بر [illegible]

ہم دونوں بھی تو بس چلنے کو تیار — اب زندگی کا لطف [illegible] فقیر کے سینہ [illegible] دعا کرو

حق تعالیٰ جلد خاتمہ بخیر کرے کیا [illegible] اور تسلی زیادہ لکھنے کی طاقت نہیں فقط

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمتِ بابرکت عزیزم مولوی خلیل الرحمٰن صاحب دام محبتہ للہ

بعد سلام مسنون و دُعاءِ خیر آنکہ مکتوبِ آں عزیز رسید و از حالِ پُر ملال انتقالِ

مولانا احمد علی صاحب مرحوم و لختِ جگرم و پارۂ دلم مولوی محمد قاسم صاحب رحمہم اللہ

اطلاع داد۔ سابق ہم خبر رسید۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

افسوس صد افسوس ؎

حریفاں بادہ ہا خوردند و رفتند | تہی خمخانہ را کردند و رفتند
جو کہ نوری تھے لگے افلاک پر | رہ گئے سایہ کے جوں ہم خاک پر
مرد باہمت ہوئے سشرپرشیار | ہم سے دوں ہیں نفس کے ہاتوں میں خوار

اب زندگی کا لطف فقیر کے نہیں رہا۔ دعا کرو کہ حق تعالیٰ جلد خاتمہ بخیر کر کے اس دار الحزن سے اٹھا لے۔ زیادہ لکھنے کی طاقت نہیں۔ فقط

مندرجہ بالا والانامہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ (م ۱۳۱۷ھ) کے خامۂ عنبر شمامہ کا سوادِ تحریر ہے۔ حضرت والا نے یہ مکتوب گرامی استاذ المحدثین حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات (۱۷ ربیع الثانی ۱۲۹۷ھ) پر ان کے صاحبزادے حضرت مولانا خلیل الرحمٰن صاحب کے نام تحریر فرمایا ہے اس میں قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ کی وفات مبارک (۴ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ) پر بھی غم واندوہ کا اظہار فرمایا ہے۔ یہ ۱۲۰ سال پہلے کی غیر مطبوعہ تحریر ہے یہ مکتوب مبارک حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری قدس سرہٗ کی اولاد امجاد کے پاس محفوظ رہا۔ اس خاندان کے ایک فرد ہمارے فاضل دوست جناب محمد سلیم الرحمٰن صاحب (ابن محمد عقیل الرحمٰن بن محمد خلیل الرحمٰن بن حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری) نے چند سال پیشتر راقم سطور سے اس والانامہ کا تذکرہ کیا۔ بعد میں انھوں نے بکمال مہربانی از خود یہ نادر مکتوب ناچیز کو عنایت فرما دیا۔ فَجَزَاهُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَآءِ۔

یہ متبرک امانت جناب سلیم الرحمٰن صاحب (مقیم لاہور) کے شکریے کے ساتھ عامۃ المسلمین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے یہ مکتوب مبارک پہلی مرتبہ اشاعت پذیر ہے۔

۱۵۔ ذوالحجہ ۱۴۱۷ھ | ناچیز نفیس الحسینی لاہور

(بشکریہ ماہنامہ انوارِ مدینہ لاہور)

اقتباس انوار العارفین

اس تذکرے کا سنِ تالیف ۱۲۸۶ھ ہے۔ مطبع نولکشور لکھنؤ میں پہلی بار ۴ ربارنح ۱۸۷۶ء میں طبع ہوا۔ کل صفحات ۶۶۸ سائز $\frac{20 \times 26}{8}$ سرورق پر کتاب اور مؤلفِ کتاب کا نام یوں مرقوم ہے "این تذکرہ کاملین و مجموعۂ احوالِ واصلین مسمی بہ "انوارُ العارفین" تالیف عمدۂ بارگاہ رب المشرقین حافظ محمد حسین مراد آبادی"۔

آغازِ کتاب میں فاضلِ مؤلف نے اپنا اسم گرامی یوں لکھا ہے۔

"فقیر حقیر کثیر التقصیر محمد حسین بن حافظ محمد مسعود و کمترین مسترشدان قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین مولائی و مرشدی حضرت مولوی سید امانت علی حسینی چشتی۔ صابری قدوسی قدس سرہٗ"۔

صد مؤلف "انوارُ العارفین" اپنے مرشدِ گرامی کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں کہ وہ حضرت حافظ مُحمدؐ مُوسٰی مانکپوری قدس سرہٗ کے اجلۂ خلفاء میں سے تھے۔ حضرت حافظ صاحب مانکپوریؒ کا سلسلۂ طریقت حسبِ ذیل ہے۔

حضرت حافظ محمدؐ مُوسٰی مانکپوری قدس سرہٗ از حضرت سیّد محمدؐ اعظمؒ از حضرت سیّد محمدؐ سالم ترمذیؒ از حضرت سیّد شاہ میراں بھیکؒ از حضرت شاہ ابوالمعالی انبیٹھویؒ از حضرت شیخ داؤد جیؒ از حضرت شیخ محمدؐ صادق گنگوہیؒ از حضرت شاہ ابو سعید گنگوہیؒ از حضرت شیخ نظام الدین تھانیسریؒ از حضرت شیخ جلال الدین تھانیسریؒ از حضرت قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ۔

فاضل مؤلف کے تعارف کے بعد ہم اپنے مقصد کی طرف آتے ہیں۔ "انوار العارفین" کے صہ ۵۲۴ پر حضرت حجۃ الاسلام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ فاضل مؤلف نے حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ بعض دُوسرے بزرگوں کے احوال کے ضمن میں ان سے روایت بھی کرتے ہیں۔ انہوں نے مختصر مگر جامع الفاظ میں حضرت حجۃ اسلام کو ہدیۂ عقیدت پیش کیا ہے۔

ذکر حضرت مولوی محمد قاسم حضرت حاجی خانهٔ خدا و زائر روضهٔ رسول الله اند و از اکابر
شیوخ صدیقی قصبهٔ نانوته هستند عالم متقی و ربانی و حقانی و واقف اسرار شریعت و طریقت اند و قول و فعل ایشان
بی ریا و بی تصنع است و معرض از دنیا و ارباب آن با وجود اهل و عیال از اوضاع نعمت گذران میکنند و بقدر حاجت ضروری در
دنیوی کار بسی برخود تقرب نمایند و لباس مولویانه و مشائخانه نمی دارند و با تکلف آشنا نه مقلد مذهب حنفیه
اند و نیز مشرب چشتیه بهشتیه و اجازت تعلیم علم باطن بر چهار طرق از حضرت حاجی امداد الله سلمه الله
و سند حدیث از حضرت شاه عبد الغنی مجددی میدارند و مانند محققان و عارفان در بیان حقایق
و معارف و در اثبات وجودی کلام میگویند و بر شهود توحید شهودی انکار
ندارند و در اکثر اوقات در شغل تنزیه و تشبیه خود را مشغول میدارند و سماع عند
بی مزامیر اگر بطریق امور اتفاقیه پیش می آید انکار ندارند و از ایشان پرسیدم
که در طریقهٔ حضرت جناب غلبهٔ چشتیت است فرمودند بلی که آن از حضرت شاه
عبد الباری رسیده است وقتی در مراد آباد به تکلیف خان صاحب شیر علیخان تشریف
آورده بودند و نیز بمکان خانصاحب موصوف فروکش شدند روزی خانصاحب با راقم نقل کردند
که قوال بی مزامیر غزلی گفتن شروع کردند و گرم شدند چون نظر ایشان بر بعضی ناواقفان
از حال و اسرار عارفان و بیخبر از درد عاشقان که در آنجا حاضر بودند افتاد فرمودند که تاثیر هر کس
اثری دارد و من اهل آن نیستم انتهی آری اخوان زمان و مکان در آن شرط است و باید

ترجمہ :

حضرت حاجی خانہ خدا اور زائر روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، قصبۂ نانوتہ کے
اکابر صدیقی شیوخ سے ہیں۔ عالم متقی و ربّانی وحقّانی اور واقفِ اسرار
شریعت و طریقت ہیں۔ قول و فعل ان کا بے ریا و بے تصنّع و دنیا اور

ارباب دنیا سے دور۔ اہل وعیال کے باوجود آزادانہ و مجردانہ گزران کرتے ہیں۔ دنیوی ضرورت کے بقدر کچھ کام بھی اپنے ذمہ رکھتے ہیں۔ لباس مولویانہ اور مشائخانہ نہیں رکھتے۔ تکلّف سے قطعاً بے تعلق۔ مذہب حنفیہ کے مقلّد اور مشرب چشتیہ بہشتیہ کے حامل۔ حضرت حاجی امداد اللہ سلّمہ اللہ سے چاروں سلاسلِ طریقت میں مجاز ہیں۔ سند حدیث حضرت شاہ عبد الغنی مجددیؒ سے حاصل ہے۔ محققوں اور عارفوں کی مانند حقائق و معارف بیان کرتے ہیں۔ وحدۃ الوجود کے اثبات میں کلام فرماتے ہیں اور توحید شہودی سے بھی انکار نہیں رکھتے۔ اکثر اوقات شغل تنزیہ و تشبیہ میں مستغرق رہتے ہیں سماعِ غنا بے مزامیر اگر اتفاقی طور پر پیش آجاے تو انکار نہیں رکھتے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ جناب کے سلسلہ طریقت میں چشتیت کا غلبہ ہے؟ فرمایا ہاں۔ اس لئے کہ یہ حضرت شاہ عبد الباری امروہیؒ سے پہنچا ہے۔ ایک مرتبہ آپ خان صاحب شیر علی کی دعوت پر مراد آباد تشریف لاے اور خان صاحب موصوف کے مکان پر فروکش ہوے۔ ایک دن خان صاحب نے راقم سے نقل کیا کہ ایک خوش گلو، نے بے مزامیر غزل پڑھی۔ آپ نے سنی اور طبیعت میں گرمی پیدا ہوئی۔ جب آپ کی نظر عارفوں کے حال و اسرار سے ناواقف اور درد عاشقان سے بے خبر بعض حاضرین پر پڑی تو فرمایا، کہ ہر شخص کی توجہ کچھ اثر رکھتی ہے اور میں اس کا اہل نہیں۔ انتہیٰ۔ ہاں اس میں اخوان زمان اور مکان کی شرط ہے اور باقی شروط کتب صوفیہ میں مرقوم ہیں۔ سلّمہ اللہ تعالےٰ۔

"انوارُ العارفین" کے فاضل مؤلف نے اکابر دیوبند کے مشائخ کی شاخِ طوبیٰ سے اپنے تذکرے کو زیب و زینت دی ہے۔ حضرت شاہ عبدالباری امروہی قدس سرہ کے بعد ان کے خلیفہ حضرت حاجی عبدالرحیم شہید ولایتی (م ۱۲۴۶ھ) کا حال لکھا ہے۔ پھر ان کے خلیفہ حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکرِ خیر کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت میاں جی صاحب کے دو خلفاء شیخ العرب والعجم قطب الاقطابِ عالم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ اور قطب ربانی حضرت حافظ ضامن شہید تھانوی کے حالات تحریر کیے ہیں۔ حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ کے علاوہ حضرت مولانا محمد احسن نانوتویؒ کا تذکرہ بھی لکھا ہے۔

ص ۵۷۹ پر امام المحدثین حضرت مولانا عبدالغنی مہاجر مدنیؒ کا ذکرِ مبارک ہے۔ امامِ دوراں مجددُ العصر حضرت سید احمد شہیدؒ کا ذکرِ ایمان پرور خوب جی کھول کر کیا گیا ہے۔ جو ص ۵۹۳ سے ص ۵۹۷ تک پھیلا ہوا ہے۔

"انوارُ العارفین" کی سب سے بڑی خوبی اس کا استناد و استدلال ہے، جو اسے صوفیہ کے معاصر تذکروں میں سب سے ممتاز کر دیتا ہے۔ اس میں حضرات صوفیہ کے تمام تذکروں کی طرح بے سند روایات نہیں ملتیں، فاضل مؤلف نے یہ تذکرہ صداقت و ثقاہت کی میزان میں تول تول کر لکھا ہے۔

مولانا قاسم بن أسد علي النانوتوي

الشيخ الإمام العالم الكبير: محمد قاسم بن أسد علي بن غلام شاه بن محمد بخش الصديقي النانوتوي أحد العلماء الربانيين، ولد بنانوته سنة ثمان وأربعين ومئتين وألف، ودخل «سهارنپور» في صغر سنه، وقرأ المختصرات على الشيخ محمد نواز السهارنپوري، ثم سافر إلى دهلي، واشتغل على الشيخ مملوك العلي النانوتوي، وقرأ عليه سائر الكتب الدرسية، ثم أخذ الحديث عن الشيخ عبد الغني بن أبي سعيد الدهلوي، ولازمه مدة، وأخذ الطريقة عن الشيخ إمداد الله العمري التهانوي وصحبه واستفاض منه فيوضاً كثيرة، واشتغل في المطبعة الأحمدية بدهلي للشيخ أحمد علي بن لطف الله السهارنپوري وكان الشيخ في ذلك الزمان مجتهداً في تصحيح «صحيح البخاري» وتحشيته، ففوض إليه خمسة أجزاء من آخر ذلك الكتاب، وكانت تلك الأجزاء عسيرة سيما في مقامات أورد فيها البخاري على أبي حنيفة، فبذل جهده في تصحيح الكتاب وتحشيته، وبالغ في تأييد المذهب حتى استوفى حقه.

وكان أزهد الناس وأعبدهم وأكثرهم ذكراً ومراقبة وأبعدهم عن زي العلماء ولبس المتفقهة من العمامة والطيلسان وغيرهما، وكان في ذلك الزمان لا يفتي ولا

يذكر بل يشتغل في ذكر الله سبحانه ومراقبته، حتى فتحت عليه أبواب الحقائق والمعارف، فاستخلفه الشيخ إمداد الله المذكور ومدحه بأن مثل القاسم لا يوجد إلا في العصر السالف، ثم تزوج بأمره الشريف وصعد المنبر بتكاليف الشيخ مظفر بن محمود الكاندهلوي

ولما ثارت الفتنة العظيمة بالهند سنة ثلاث وسبعين اتهموه بالبغي والخروج على الحكومة الإنجليزية، فاختفى عن الناس برهة من الزمان ثم ظهر فأنجاه الله سبحانه، وبرأه مما قالوا، فسافر إلى الحجاز، ومعه يعقوب بن مملوك العلي النانوتوي، وجمع من رهطه سنة سبع وسبعين فحج وزار وحفظ القرآن في ذلك السفر، وعاد إلى الهند، وأقام ببلدة «ميرٹه» برهة من الدهر، وكان يسترزق بتصحيح الكتب في المطبعة المجتبائية لممتاز علي خان وكان ببلدة «ميرٹه» إذ أسس الشيخ الحاج عابد حسين[1] الديوبندي المدرسة الإسلامية بديوبند، فاستحسنها وصار من أعضاء المدرسة وأيدها حق التأييد، ثم سافر إلى الحرمين الشريفين سنة خمس وثمانين فحج وزار ورجع إلى الهند وسكن بميرٹه.

وله مشاهد عظيمة في المباحثة بالنصارى والآرية، أشهرها المباحث التي وقعت ببلدة «شاهجهانپور» سنة ثلاث وتسعين وأربع وتسعين فناظر أحبار النصارى

وعلماء الهنادك غير مرة، فغلبهم وأقام الحجة وظهر فضله في المناظرة، فصلها الشيخ فخر الحسن الگنگوهي في كتابه «انتصار الإسلام» وفي «گفتگوے مذهبي» وفي «مباحثۂ شاهجهانپور» وغيرها من الرسائل.

ومن مصنفاته: رساله عجيبه في الهنديه سماها «قبله نما» وله «تقرير دلپذير» و «آب حياة» و «حجة الإسلام» و «الدليل المحكم» و «هدية الشيعة» و «تحذير الناس» و «الحق الصريح في بيان التراويح» و «تصفية العقائد» و «اللطائف القاسمية» و «التحفة اللحمية» و «قاسم العلوم».

مات يوم الخميس لاربع خلون من جمادى الاولى سنة سبع وتسعين ومئتين وألف بديوبند، كما في رسالة الشيخ يعقوب بن مملوك العلي النانوتوي(٢).

---

(١) هذا ما ذكره المؤرخون، ويستفاد من كتاب «سوانح قاسمي» للشيخ مناظر أحسن الگيلاني رحمه الله: أن الحاج عابد حسين كان قد تفاهم مع مولانا محمد قاسم واتفق معه على تأسيس هذه المدرسة وأخبره بذلك في «ميرٹه» وطلب منه أن يأتي إلى «ديوبند» ويفتتح التعليم، فاختار مولانا محمد قاسم الملا محمود الديوبندي مدرساً للمدرسة وعين له راتباً شهرياً مقداره خمس عشرة روبية، فجاء إلى ديوبند وافتتح التعليم في مسجد چهته، وهكذا كانت بداية مدرسة ديوبند التي أصبحت بعد مدة كبرى المدارس الهندية، وبعد مدة قليلة قدم مولانا محمد قاسم إلى ديوبند وتولى أمر المدرسة ووضع أساس بنايتها المستقلة» ـ (الندوي).

ترجمہ

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نانوتہ میں ۱۲۴۸ھ میں پیدا ہوئے آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے۔
محمد قاسم بن اسد علی بن غلام شاہ بن محمد بخش صدیقی تحصیل علم کے لئے نو عمری میں آپ پہلے سہارنپور گئے اور وہاں مولانا محمد نواز سہارنپوریؒ سے ابتدائی کتابیں پڑھیں پھر دہلی کا سفر کیا اور وہاں حضرت مولانا مملوک علی نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے باقی تمام درسی کتب پڑھیں پھر حضرت مولانا عبد الغنی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث کا علم حاصل کیا اور ایک مدت تک ان کے ساتھ رہے تصوّف و طریقت میں حضرت حاجی امداد اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی ارادت اختیار کی ان کی صحبت میں رہے اور ان سے بہت کچھ فیوض حاصل کیئے اس کے بعد دہلی ہی میں حضرت مولانا احمد علی

سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مطبع احمدیہ کے ساتھ منسلک ہو گئے ان دنوں حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری صحیح بخاری کی تصحیح اور اس پر حاشیہ لکھنے میں مصروف تھے انہوں نے صحیح بخاری کے آخری پانچ اجزاء کی تصحیح اور تحشیہ کا کام حضرت مولانا محمد قاسم کے سپرد کیا اجزاء خاصے مشکل ہیں خصوصاً وہ مقامات جہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض وارد کئے ہیں لیکن حضرت نے یہ کام پوری محنت سے کیا اور مذہب حنفی کی خوب مدلل تائید کی اور اس کا حق ادا کر دیا۔

آپ بہت ہی زیادہ زاہد اور عبادت گذار تھے ذکر اور مراقبہ کا بہت ہی کثرت سے اہتمام کرتے اور علماء فقہاء کے علامتی لباس یعنی عمامہ اور جُبّہ وغیرہ سے پرہیز کرتے تاکہ آپ لوگوں پر مخفی رہیں اس زمانہ میں آپ کوئی فتوی دیتے نہ ہی کوئی وعظ کہتے بلکہ صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ذکر اور مراقبہ میں زیادہ سے زیادہ مشغول رہتے یہاں تک کہ ان کی برکت سے آپ پر حقائق و معارف کے دروازے کھل گئے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خرقۂ خلافت سے نوازا اور ان الفاظ میں آپ کی مدح کی کہ میاں قاسم جیسے لوگ صرف سابقہ زمانوں میں ہی پائے جاتے

تھے پھر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر آپ نے شادی کی اور حضرت مولانا مظفر کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجبور کرنے پر وعظ کا سلسلہ شروع کیا اور اس کو بھی خوب عمدگی سے کیا۔

ہندوستان میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی وجہ سے جب آپ پر انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کا الزام لگا تو آپ کچھ عرصہ لوگوں سے چھپے رہے لیکن پھر خود ہی اپنی پوشیدگی ختم کر دی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو اس شر سے نجات دی اور الزام سے بری کرا دیا۔

۱۲۷۷ھ میں آپ نے حج اور زیارت نبوی کے لئے حجاز کا سفر فرمایا آپ کے ساتھ مولینا یعقوب بن مملوک علی رحمۃ اللہ علیہ اور خاندان کے کچھ لوگ تھے اسی سفر میں آپ نے قرآن پاک حفظ کیا۔

حج وغیرہ سے فراغت کے بعد آپ ہندوستان واپس تشریف لائے اور ایک عرصہ تک میرٹھ میں رہے جہاں ممتاز علی خان کے مطبع مجتبائیہ میں کتابوں کی تصحیح اُجرت پر کرتے تھے۔

آپ میرٹھ ہی میں تھے جب حضرت حاجی عابد حسین؏ صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبند میں مدرسہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی آپ نے اس کو مستحسن اقدام سمجھا اور مدرسہ کے اراکین میں شامل ہو گئے اور اس کی خوب مدد کی۔

؏ عام طور سے مؤرخین نے ایسے ہی ذکر کیا ہے لیکن مولانا مناظر حسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سوانح قاسمی میں ہے کہ حضرت حاجی عابد حسین صاحب اور حضرت مولانا قاسم نانوتوی کی باہمی افہام تفہیم کے بعد اس مدرسہ کی تاسیس پر اتفاق ہوا اور حضرت میرٹھ میں تھے جب حضرت حاجی عابد حسین صاحب نے اس کی تاسیس کی خبر دی اور دیوبند آنے اور تعلیم شروع کرانے کے لئے بلایا آپ نے مولانا محمود دیوبندی کو پندرہ روپے ماہوار پر مدرسہ کا مدرس مقرر کیا وہ دیوبند آئے اور چھتہ کی مسجد میں تعلیم شروع کی۔ یہ مدرسہ دیوبند کی ابتداء تھی جو بعد میں ہندوستان کا سب سے بڑا مدرسہ بنا کچھ عرصہ کے بعد خود مولانا محمدؐ قاسم صاحب بھی دیوبند تشریف لائے اور مدرسہ کی تولیت اختیار کی اور مدرسہ کی عمارت کی مستقل بنیادیں رکھیں۔

۱۲۸۵ھ میں آپ دوبارہ حرمین شریفین تشریف لے گئے اور حج و زیارت کے بعد وطن واپس لوٹے اور میرٹھ میں سکونت اختیار کی۔

عیسائیوں اور آریوں سے آپ کے عظیم الشان مناظرے ہوئے جن میں سے سب سے مشہور وہ مناظرہ ہے جو شہر شاہجہان پور میں ۱۲۹۲ھ اور ۱۲۹۴ھ میں ہوا۔ عیسائی پادریوں اور ہندو پنڈتوں سے کئی مرتبہ مناظروں کی نوبت آئی اور ہر مرتبہ آپ ہی غالب رہے۔ آپ نے دین اسلام کی حجت ثابت کر دی۔ مولانا فخر الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں انتصار الاسلام اور گفتگوئے مذہبی اور مباحثہ شاہجہانپور میں اور دیگر رسائل میں ان مناظروں کی تفصیل بیان کی ہے۔

آپ کی تصنیفات یہ ہیں۔ ۱۔ قبلہ نما۔ ۲۔ تقریر دلپذیر ۳۔ آب حیات۔ ۴۔ حجۃ الاسلام۔ ۵۔ دلیل محکم۔ ۶۔ ھدیۃ الشیعہ۔ ۷۔ تحذیر الناس۔ ۸۔ الحق الصریح فی بیان التراویح ۹۔ تصفیۃ العقائد۔ ۱۰۔ لطائف قاسمیہ۔ ۱۱۔ تحفہ لحمیہ۔ ۱۲۔ قاسم العلوم۔

۴ رجمادی الاولی ۱۲۹۷ھ بروز جمعرات آپ کی وفات ہوئی اور دیوبند میں دفن ہوئے۔

اقتباس حدائق الحنفیہ

حدائق الحنفیہ : مولفہ مولانا فقیر محمد جہلمی، سن تالیف ۱۲۹۷ھ (۱۸۸۰ء)

"حدائق الحنفیہ" جیسا کہ نام سے ظاہر ہے حضرات علماء و فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا اردو زبان میں نہایت مستند و مشہور تذکرہ ہے۔ اس وقت مطبع نامی منشی نولکشور لکھنؤ کا چھپا ہوا نسخہ پیشِ نظر ہے یہ ۲۹×۲۲/۸ سائز کے ۵۹۶ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ فاضل مؤلف نے خاتمۃ الکتاب میں اپنے مختصر حالات تحریر فرماتے ہیں۔

مولانا فقیر محمد جہلمی بن حافظ محمد سفارش ۱۲۶۰ھ میں موضع چتن میں جو شہر جہلم (پنجاب) سے دو میل کے فاصلے پر بجانب

غرب واقع ہے۔ پیدا ہوئے آپ نے اپنے زمانہ کے علماء
اجلّ سے تعلیم پائی۔ چند اساتذہ کے اسماء گرامی یہ ہیں:
(۱) صدر الافاضل حضرت مولانا مفتی محمّد صدر الدّین آزردہ
صدالصدور دہلی تلمیذ سراج الہند حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز
محدّث دہلوی قدس سرہٗ۔
(۲) فقیہ اجل مولانا نور احمد جہلمی تلمیذ فقیہ فاضل محدّث
کامل حضرت مولانا رحمۃ اللہ کیرانوی مہاجر مکی۔
(۳) فقیہ فرید الدہر حضرت مولانا کرم الٰہی لاہوری المتوفی
۱۲۸۲ھ۔
(۴) علامۂ وقت حضرت مولانا حافظ ولی اللہ لاہوری،
خطیب جامع مسجد شاہی لاہور (م ۱۲۹۶ھ) حدائق الحنفیہ
میں مولانا جہلمی نے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمّد قاسم نانوتوی
کا ذکر نہایت حقیقت پسندانہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:
"مولوی محمّد قاسم بن شیخ اسد علی بن غلام شاہ بن محمّد بخش،
بن علاء الدین بن محمد فتح بن محمّد مفتی بن عبدالسمیع بن مولوی
ہاشم نانوتوی ۱۲۴۸ھ میں پیدا ہوئے۔ نام تاریخی آپ کا
خورشید حسین ہے۔ علاّمۂ عصر فہامہ دہر۔ فاضل متبحر، مناظر
مباحث، حسن التقریر ذہین معقولات کے گویا پتلے تھے۔ آپ
لڑکپن ہی سے ذہین، طبّاع، بلند ہمّت، تیز، وسیع حوصلہ،

جفاکش جری تھے۔ مکتب میں اپنے ساتھیوں سے ہمیشہ اوّل رہتے تھے۔ قرآن شریف بہت جلد ختم کر لیا۔ خط اس وقت بھی سب لڑکوں سے اچھا تھا۔ نظم کا شوق اور حوصلہ تھا۔ اپنے کھیل اور بعض قصّے نظم فرماتے اور لکھ لیتے تھے۔ چھوٹے چھوٹے رسالے اکثر نقل کئے۔ عربی آپ کو شیخ نہال احمد نے شروع کرائی۔ پھر آپ سہارنپور میں اپنے نانا کے پاس چلے گئے اور وہاں مولوی محمد نواز سے کچھ فارسی اور عربی کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۲۶۰ھ میں مولوی مملوک العلی کے پاس دہلی میں جا کر تحصیل علوم میں مشغول ہوئے اور حدیث کو شاہ عبدالغنی رح محدّث سے پڑھا۔ جب تحصیل سے فارغ ہوئے تو چندے مدرسہ عربی سرکاری واقع دہلی میں مدرس رہے۔ پھر مطبع احمدی میں تصحیح کتب پر مقرر ہو گئے، اور تحشیہ و تصحیح بخاری شریف کا کام سر انجام دیا۔ آپ کا قول ہے کہ بایام طالب علمی میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوں اور مجھ میں سے ہزاروں نہریں نکل کر جاری ہو رہی ہیں۔ جناب والد سے ذکر کیا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ تم سے علم دین کا فیض بکثرت جاری ہوگا۔ ۱۲۷۷ھ میں حج کیا اور دیوبند کے عربی مدرسہ کے سرپرست مقرّر ہوئے۔ ۱۲۸۵ھ میں پھر حج کو چلے گئے اور مراجعت کے بعد دہلی میں واپس آکر تدریس و

تنشیر علوم میں مشغول ہوتے۔ سب کتابیں بے تکلف پڑھاتے
اور اس طرح کے مضامین بیان فرماتے کہ نہ کسی نے سُنے
نہ سمجھے اور عجائب و غرائب تحقیقات ہر فن میں کرتے۔ جس
سے تطبیق اختلافات اور تحقیق ہر مسئلہ کی بیخ و بُن تک ہو
ہو جاتی تھی۔ پادری تاراچند کو آپ نے مباحثہ میں ساکت کیا۔
۱۲۹۳ھ میں چاندپور ضلع شاہجہان پور میں جو تحقیق مذہبی
کا ایک میلہ قائم ہوا تھا۔ اور ہر مذہب کے عالم وہاں جمع
ہوتے تھے۔ اس میں آپ نے ابطالِ تثلیث و شرک
اور اثباتِ توحید کو ایسا بیان کیا کہ حاضرین جلسہ مخالف
و موافق مان گئے۔ ۱۲۹۴ھ میں پھر اس میلہ میں پنڈت دیانند
سرسوتی کے ساتھ گفتگو کی اور بحث وجود اور توحید کا ایسا
بیان کیا کہ حاضرین کو سوائے سکوت اور استماع کے اور کچھ
کام نہ تھا۔ پھر عیسائیوں سے تحریف میں گفتگو ہوئی اور عیسائی
ایسے بے سروپا بھاگے کہ ٹھکانہ نہ معلوم ہوا۔ حتیٰ کہ اپنی بعض
کتابیں بھی بھول گئے۔ ان مباحثوں کا حال آپ نے ایک رسالہ
میں مرتب کیا اور اس کا نام حُجۃ الاسلام رکھا اسی سال آپ
پھر حج کو تشریف لے گئے۔ جب واپس آئے تو تپ میں مبتلا
ہو کر کسی قدر عرصہ تک بیمار رہے۔ اسی اثنا میں دیانند سرسوتی
نے پھر مسلمانوں کے مذہب استقبالِ قبلہ پر اعتراض کرنا شروع

کیئے۔ جس کے جواب میں آپ نے ایک رسالہ "قبلہ نما" نام تصنیف کیا۔ یوم پنج شنبہ ظہر کے وقت ۴ جمادی الاوّل ۱۲۹۷ھ میں ذات الجنب اور تپ کے عارضہ سے وفات پائی۔ اور قصبہ نانوتہ (نانوتہ نہیں دیوبند) میں دفن کیئے گئے۔ "مباحث روشن نفس" آپ کی تاریخ وفات ہے ۱۲۹۷ھ۔ آپ سے مولوی محمود حسن دیوبندی اور مولوی فخرالحسن گنگوہی اور مولوی احمد حسن امروہی وغیرہ نے پڑھا۔" (حدائق الحنفیہ ص۴۹۲)

اقتباس سفینۂ رحمانی

"سفینۂ رحمانی" ۱۸۸۴ء میں مطبع نولکشور لکھنؤ میں پہلی بار طبع ہوا۔ سرورق پر کتاب اور مؤلف کتاب کا نام یوں تحریر ہے:

سفینۂ رحمانی مصنفۂ یکہ تازِ میدانِ نغز گفتاری، جادو بیان، شیریں کلام، حلاوت بخش کام جان شکر باری حکیم فطانت تعظیم، ناظم و ناثر، سراپا دانش و غیرت حافظ عبدالرحمٰن صاحب متخلص بہ حیرت"

یہ کتاب تین سفینوں پر مشتمل ہے:

سفینۂ نخستین : در ذکر بادشاہانِ والا شکوہ،

سفینۂ دومی : در حالاتِ درویشاں سعادت پژدہ،

سفینۂ سومی : در حکایات مختلف فوائد خیز ندرت آمیز۔

سفینۂ رحمانی: فارسی نثر کا نہایت عمدہ شاہکار ہے۔

منشی احسان الحق احسن نے "سفینۂ پرفیض" ۱۲۹۸ھ سے سنِ تالیف نکالا ہے۔

سائز ۲۶×۲۰/۸ = صفحات : ۱۲۴

فاضل مؤلف "حجۃ الاسلام" حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ کے فضل و کمال کا شیفتہ و فریفتہ ہے۔ "سفینۂ رحمانی" کے ص۱۱۹ پر یوں عقیدت کے موتی نچھاور کرتا ہے:

شیرِ بیشۂ فضل و کمال۔ بوئی دلآویزِ گلزارِ عشق ایزد ذوالجلال، شمع شبستان طریقت و شریعت مہر سپہرِ حقیقت و معرفت، عالم کامل و در جود و سخا رشکِ حاتم جناب حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نور اللہ مرقدہٗ برگزیدۂ علماء و سنجیدہ فضلاء قصبۂ نانوتہ بودہ است۔ منازلِ علوم گوناگوں و نشیب و فراز رموز فنون بوقلموں بقدمِ ہمت و نیروئی فرتاب خداداد نیکو پیمودہ بود۔ اورا کانِ علوم و مخزن فنون باید گفت، آنچہ در توصیفِ او منشیٔ اندیشہ برنگارد، بجا است و ہر قدر کہ تعریفش سرائیدہ آید زیبا است۔ بر اسرارِ تصوف و صفائی باطنی از فیض و رہنمائی حاجی امداد اللہ صاحب عبور وافر داشت۔ و در میدانِ ورع و تقوے لوای انا لاغیری می افراشت۔ تابشِ ذہن و ذکائش درخشاں تر از برقِ خاطف

بود و تقریر دلپذیرش ہرگونہ مشکلاتِ علمی و حکمی را کاشف۔ آنچہ در ہمہ عمر دیدہ و شنیدہ بود ہمہ محفوظِ خاطر بود۔ سینۂ او را نمونۂ لوحِ محفوظ باید گفت و لآلیِ آبدار، اندرز و نصیحتش را در رشتۂ جاں باید سُفت از بس شیریں کلام و عذب البیان بودہ و گوئی سبقت از ہمہ علمائے موجودۂ زمان ربودہ، بتاریخ پنجم جمادی الاوّل سنہ یکہزار و دو صد و ہفت و نہ ہجری ازیں کارگاہ کُن، فیکون رختِ ہستی برداشتہ راہیِ ملکِ جاوید شد، زادگاہ نانوتہ و آرام گاہ وابسیں قصبۂ دیوبند است۔ ص ۱۱۹، ۱۲۰

ترجمہ: بیشۂ فضل و کمال کے شیر، گلزارِ عشقِ الٰہی کی خوشبو، شبستانِ طریقت و شریعت کی شمع، آسمانِ حقیقت و معرفت کے خورشید، عالمِ کامل اور جُود و سخا میں رشکِ حاتم جناب حضرت مولوی محمد قاسم صاحب (اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو منوّر فرمائے) قصبۂ نانوتہ کے برگزیدہ علماء و فضلاء میں سے تھے۔ طرح طرح کے علوم کی منزلیں، اور قسم قسم فنون کے رموز اور ان کے نشیب و فراز انہوں نے اپنی خداداد ہمت و استعداد سے کامل طور پر طے کیے تھے۔ انہیں کانِ علوم اور مخزنِ فنون کہنا چاہیئے۔ ان کی توصیف میں منشیٔ فکر و خیال جو بھی لکھے بجا ہے۔

اور ان کی تعریف جس قدر بھی کی جائے زیبا ہے۔ حضرت حاجی

امداد اللہ صاحب کے فیض اور رہنمائی سے صفائے باطن اور تصوّف کے اسرار پر مکمل عبور رکھتے تھے۔ اور میدانِ زہد وتقویٰ میں "اَنَا وَلاغیری" کا عَلَم بلند کیے ہوئے تھے۔ ان کے ذہن وذکا کی روشنی بجلی سے زیادہ چکا چوند ان کی تقریر دلپذیر ہر قسم کی مشکلاتِ علمی و حکمی کو کھول دیتی تھی۔

عمر بھر میں جو پڑھا اور سنا سب سینے میں محفوظ تھا۔ ان کے سینے کو نمونۂ لوحِ محفوظ کہنا چاہیئے۔ ان کے پند و نصائح کے آبدار موتی رشتۂ جاں میں پرونے کے قابل ہیں۔

نہایت درجہ شیریں کلام، شیریں بیاں تھے اور موجودہ زمانے کے تمام علماء سے گوئی سبقت لے گئے۔ بتاریخ ۴ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ کو اس دنیائے فانی سے جہانِ باقی کو رحلت فرمائی جائے پیدائش آپ کی نانوتہ اور آخری آرام گاہ دیوبند میں ہے۔

"سفینۂ رحمانی" میں جھنجانہ اور کاندھلہ (ضلع مظفر نگر ہند) کے چند مشہور زمانہ بزرگوں کے حالات بھی مرقوم ہیں۔ جن کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ، م ۱۲۴۵ھ

۲۔ حضرت شاہ کمال الدین برادر دومی حضرت الٰہی بخش۔

۳۔ حضرت مولانا محمود بخش برادر سومی حضرت الٰہی بخش

(م ۱۲۵۸ھ)

۴۔ حضرت مولانا امام الدین برادر حقیقی مفتی الٰہی بخش۔
۵۔ حضرت مولانا حکیم محمد اشرف بن مولانا امام الدینؒ
(۱۲۱ھ)

۶۔ حضرت حافظ محمد مصطفیٰ شہید از احفاد حضرت الٰہی بخش
(از مجاہدین حضرت سید احمد شہیدؒ) (م ۱۲۴۳ھ)
۷۔ حضرت حافظ حاجی محمد صابر از معاونین حضرت سید احمد شہیدؒ
۸۔ حضرت مولوی محمد مظفر حسین کاندھلوی (م ۱۲۸۳ھ)
۹۔ حضرت مولانا ابوالحسن بن مفتی الٰہی بخش کاندھلوی،
(م ۱۲۶۹ھ)
۱۰۔ حضرت مولانا محمد نورالحسن بن مولانا ابوالحسنؒ (م ۱۲۸۵ھ)
۱۱۔ حضرت مولانا حاجی محمد ضیاء الحسن بن مولانا نورالحسنؒ
کاندھلوی۔
۱۲۔ حضرت مولانا حکیم محمد ظہورالحسن بن مولانا نورالحسنؒ۔
۱۳۔ حضرت مولانا محمد اکبر بن حضرت مولانا نورالحسنؒ۔
۱۴۔ حضرت مولانا محمد سلیمان بن مولانا نورالحسنؒ۔
۱۵۔ حضرت حاجی حکیم محمد مشرف بن حضرت حکیم محمد اشرف
کاندھلویؒ۔
۱۶۔ حضرت مولانا حاجی محمد اسمٰعیل جھنجھانویؒ۔
۱۷۔ حضرت حافظ حاجی عبداللہ بن حافظ محمد صابر صاحبؒ۔

۱۸۔ حضرت مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری۔

۱۹۔ حضرت میاں جی نور محمدؐ صاحب جھنجھانویؒ پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ مہاجر مکیؒ۔(م ۱۲۵۹ھ)

۲۰۔ حضرت مولانا عبدالرزاق جھنجھانویؒ (م ۱۲۹۲ھ)

۲۱۔ حضرت شیخ عبدالغنی جھنجھانویؒ۔

اقتباس تحفۃ الابرار

کلیات جدولیہ فی احوال اولیاء اللہ موسوم بہ تحفۃ الابرار۔ مؤلفہ مرزا آفتاب بیگ عرف محمد نواب مرزا بیگ چشتی سلیمانی شمسی دہلوی پہلی مرتبہ مطبع رضوی دہلی سے ۱۳۲۴ھ میں طبع ہوئی۔
یہ کتاب بزرگانِ سلاسلِ اربعہ کے تذکار پر مشتمل ہے۔
جناب مؤلف قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کے بارے میں رقم طراز ہیں۔
"آپ رؤسائے شیوخ صدیقی قصبہ نانوتہ کے ہیں۔ آپ رح کو اجازت ہر چہار طریقۂ معروف کی حضرت حاجی محمد امداد اللہ سے تھی اور سند حدیث کی حضرت شاہ عبد الغنی مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی تھی۔ محققانہ و عارفانہ کلام حقائق و معارف میں آپ کا تھا اثبات وجودی رطب اللسان تھے۔

توحید شہودی سے بھی انکار نہیں رکھتے تھے۔"
مدفن: دیوبند ضلع سہارنپور۔ بحوالہ انوار العارفین۔
جدول ثانی ص۱۸۸ باب چشت اہل بہشت۔

اقتباس انوار العاشقین

یہ اُردو زبان میں بزرگانِ سلسلۂ چشتیہ صابریہ کا مبسوط تذکرہ ہے۔ اس کے مؤلف شیخ طریقت حضرت مولانا مولوی مشتاق احمد صاحب انبیٹھوی صابری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ لقب کا آغاز یُوں فرماتے ہیں:

"عاجز گنہگار مسکین خطا شعار مشتاق احمد حنفی چشتی انبیٹھوی عرض کرتا ہے کہ حضرت مقدام الفضلا۔ فخر العلماء، حقائق آگاہ، معارف دستگاہ شیخ الاسلام مولانا محمد انوار اللہ شاہ چشتی قادری حیدر آبادی متع اللہ المسلمین بطول حیاتہم خلیفہ خاص شیخ المشائخ قطب زمان خود حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر چشتی صابری مکی نور اللہ مضجعہٗ نے وقت ملاقات ۱۳۲۱ سنہ ہجری میں بمقام دار الخیر اجمیر صانہ اللہ عن

الفتن والنصر یہ ارشاد فرمایا کہ خاندان عالیہ چشتیہ صابریہ کے مشائخ کے حالات ایک کتاب میں مختصر طور پر جمع کرنے چاہئیں کیونکہ اس سلسلہ کے متاخرین مشائخ اور اولیاء کا ذکرِ خیر جیسا کہ چاہیئے اب تک قلمبند نہیں ہوا۔ لہٰذا یہ عاجز کہ اس سلسلۂ شریفہ کے بزرگوں کا نام لیوا اور کفش بردار ہے، حسب ارشاد فیض بُنیاد حضرت مولانا ممدوح اپنے معلومات کے مطابق معتبر کتابوں سے حضرات موصوفین کے حالات جمع کرتا ہے۔ وبا للہ التوفیق۔"

"انوارُ العاشقین" $\frac{20 \times 26}{8}$ سائز کے ۱۵۴ صفحات پر مُشتمل ہے۔ یہ تذکرہ ۱۳۳۲ھ (۱۹۱۴ء) میں مجلس اشاعت العلوم حیدرآباد دکن کے اہتمام سے عثمان پریس حیدرآباد دکن میں پہلی مرتبہ طبع ہوا۔ فاضل مؤلف نے حضُور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے لے کر اپنے زمانے کے مشائخِ چشتیہ صابریہ تک کے حالات نہایت تحقیق سے قلمبند کیے ہیں اور حتّی المقدور تمام ہی شاخوں کا احاطہ کیا ہے۔ مؤلف مرحوم خود بھی سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے ایک صاحبِ نسبت بزرگ تھے۔ انُہیں حضرت حافظ محمّد صابر علی رامپوری رحمۃ اللہ علیہ سے ارادت وخلافت تھی۔ سلسلۂ طریقت حسبِ ذیل ہے:

حضرت مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی از حضرت حافظ محمد صابر علی رامپوریؒ از میاں جی کریم بخش رامپوریؒ (م ۱۳۱۶ھ) از حضرت مولانا محمد حسن محدث عرف مولانا محمد بخش رامپوریؒ از حضرت شیخ امام علی رامپوریؒ از حضرت سید شاہ امیر الدین شاہ آبادیؒ از حضرت مولانا سید غلام علی شاہ مرشد آبادیؒ از حضرت شاہ محمد حیات سلہانویؒ از حضرت شاہ محمد جمال محبوب الٰہی ربنویؒ از حضرت شیخ محمد اعظم جی ربنویؒ از حضرت شاہ غریب اللہ اختیار پوریؒ از حضرت شیخ محمد جی گنگوہیؒ از حضرت شیخ محمد صادق گنگوہیؒ از حضرت شاہ ابو سعید گنگوہیؒ از حضرت شیخ نظام الدین تھانیسریؒ از حضرت شیخ جلال الدین تھانیسریؒ از حضرت شیخ قطبِ عالم عبد القدوس گنگوہیؒ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔

"مؤلف انوار العاشقین" نے حضرت قطبُ الاقطاب مُرشد العلماء حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی (م ۱۳۱۰ھ) کا زمانہ بھی پایا ہے۔ وہ حضرت حاجی صاحب سے غائت درجہ حسن عقیدت رکھتے تھے۔ اُنھوں نے دیگر مشائخ کے علاوہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کے شیوخِ سلسلہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا تذکرہ بھی بڑے والہانہ انداز میں کیا ہے حضرت حاجی صاحبؒ کے دادا پیر حضرت سید عبد الرحیم شہید ولائتی رحمۃ

اللہ علیہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :

”آپ افغانستان سے طلب نام مولا میں نکلے۔ پہلے حضرت شاہ رحم علیؒ سے جو مقام پنجلاسہ ضلع انبالہ میں مقیم تھے خاندان عالیہ قادریہ میں مشرف بہ بیعت ہوئے اور عرصہ تک ریاضت اور مجاہدہ میں مصروف رہے۔ آخر حصولِ نسبتِ عشقیہ چشتیہ صابریہ کا شوق غالب ہوا۔ امروہہ پہنچ کر حضرت شاہ عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر نسبتِ چشتیہ کو حاصل کیا اور اس طریقۂ علیہ کے سلوک کو پورا کیا اور اپنے بعد اپنا جانشین اور خلیفہ حضرت میاں جی شاہ نور محمد جھنجھانویؒ کو مقرر کیا۔ پھر آپ نے ہمراہ حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بمقابلۂ سکھاں ۱۲۴۶ھ میں ماہ ذی قعدہ کی ۲۷ کو درجۂ شہادت کبریٰ سے سرفرازی حاصل کی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔“

شیخ المشائخ حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کرامؒ میں حضرت حاجی صاحب کے بارے میں اقتباس ملاحظہ ہو :

”مگر حضرت قبلۂ عالم حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایسا فیض جاری ہوا کہ اکثر ممالکِ اسلامیہ ہندوستان و عربستان و ترکستان وغیرہ میں آپ کے خلفاء پہونچے اور ارشاد طریقت اور اشاعتِ اسلام و تعلیمِ سلوک سلسلۂ عالیہ چشتیہ

صابریہ میں مصروف ہوئے۔ ایک عالم کو رنگ دیا۔"

حضرت مؤلّف رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء سے بھی گہرے روابط تھے۔ خاص طور پر قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ قدس سرہٗ اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمدؒ قاسم نانوتوی قدس سرہٗ اور دیگر بزرگان دیوبند سے تو انہیں والہانہ محبّت و عقیدت تھی۔ ذیل کا اقتباس انہی جذبات کا آئینہ دار ہے:

"حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء بے شمار ہر دیار و امصار میں ہیں۔ متاخرین چشتیہ صابریہ میں وہ موجود قیام مکہ معظمہ کے کہ وہاں حاضر ہو کر شہرت کا ہونا نادر ہے) حضرت ممدوح کے برابر مشائخ میں سے کسی کو اس درجہ شہرت نہیں ہوئی۔ منجملہ آپ کے خلفاء کے حضرت بقیۃ السلف حجۃ الخلف مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور حضرت مولانا محمدؒ قاسم صاحب نانوتویؒ اور حضرت مولانا محمدؒ یعقوب صاحب نانوتویؒ مُسلم علماء اور صلحاء سے گذرے ہیں۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء بھی آج کل مقدس بزرگ اور عالِم باعمل مانے جاتے ہیں۔ جیسے مولانا حضرت محمود حسن صاحب دیوبندی صدر مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی عمدۃ

مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رائے پوری، حضرت مولانا صدیق احمد صاحب انبیٹھوی اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب کے صاحبزادہ مولانا حکیم مسعود احمد صاحب خاص گنگوہ میں مولانا کے جانشین اور اوقات کے پابند ہیں۔ راقم الحروف ان سے مل کر خوش ہوتا ہے اور جس طرح حضرت مولانا رشید احمد صاحب عاجز کے ساتھ نوازش وکرم سے پیش آتے تھے اسی طرح حکیم صاحب کمال شفقت اور محبت سے پیش آتے ہیں۔ یہ حضرات تو مولانا کے خلفاء ہیں، مگر جناب مولوی شاہ ظہور احمد انبیٹھوی کو جو نسبتِ خاص رُوحِ مُقدّس حضرت مولانا سے یہ عاجز راقم الحروف پاتا ہے وہ فنا فی الشیخ کے درجہ سے کم نہیں۔ لہذا یہ بدرجۂ اولیٰ خلافت کے لائق ہیں۔ بَارَکَ اللّٰہُ فِی عُمُرِہِمْ وصلاحھم۔ حاجی وارث حسن صاحب بھی حضرت مولانا رشید احمد صاحب کے عمدہ خلفاء میں ہیں اور مشائخانہ طریقہ اور لباس صُوفیانہ رکھتے ہیں۔ حضرت مکرمی مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ سے عالم و جاہل دونوں کو فائدہ پہونچتا ہے۔ روایاتِ صحیحہ اور مضامینِ عالیہ نہایت آسان عبارات میں بیان فرماتے ہیں۔ بڑے قادر الکلام ہیں۔ زبردست مصنف ہیں۔ صدہا کتابیں تصنیف کر چکے ہیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے اپنی تمام عُمر میں جہاں

تک ہمیں معلوم ہے، بوجہ کسرِ نفسی اور کمالِ تواضع کے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا تھا۔ بیعت بھی حضرت قبلۂ عالم حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے نیابۃً کرتے تھے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عشق اور محبت میں فنا تھے۔ کمالاتِ امدادیہ میں نقل کیا ہے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو ایک لسان عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ شمس تبریز کے واسطے مولانا رومی کو لسان بنایا تھا اور مجھ کو مولانا محمد قاسم، لسان عطا ہوئے ہیں اور جو میرے قلب میں آتا ہے، مولوی صاحب اس کو بیان کر دیتے ہیں میں بعض اصطلاحات نہ جاننے سے اس کو بیان نہیں کر سکتا۔ عاجز راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ زمانۂ طالب علمی میں یہ عاجز ایک دفعہ حضرت مخدوم العالمین خواجہ سید مخدوم علی احمد صابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوا تو اُس وقت حضورِ مخدوم رضؓ مولانا قاسم نانوتویؒ کی صورت میں نظر آئے اور حضرت عارف باللہ شیخی توکل شاہ صاحب مجددی (انبالوی) رحمۃ اللہ علیہ نے عاجز سے فرمایا تھا کہ میں نے ایک دفعہ خواب دیکھا کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جا رہے ہیں۔ مولانا محمد قاسم تو جہاں پائے مبارک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پڑتا ہے وہاں دیکھ کر پاؤں رکھتے ہیں اور میں بے اختیار رہا گا ہوں کہ حضورؐ کے پاس پہونچوں، چنانچہ میں آگے ہو گیا۔" (انوار العاشقین ص ۸۲ تا ۸۸)

اقتباس شمس العارفین

یہ تذکرہ مقبول المطابع ہردوئی (ہند) میں پہلی مرتبہ چھپا۔
سرورق پر یہ مضمون تحریر ہے:

"درحالات بابرکات اولیائے کاملین وفقہار و محدثین الموسوم "بہ شمس العارفین" مؤلفہ سراج المحققین، زبدۃ السالکین عمدۃ العارفین مقتدی متقدمین، مقتدائے متاخرین، محی الملۃ والدین حضرت مولانا حافظ شاہ محمدؐ سراج الیقین ادام اللہ فیضانہٗ۔

آغازِ کتاب میں حضرت مؤلف تحریر فرماتے ہیں:
"فقیر محمد سراج الیقین عفی عنہ کہتا ہے کہ اپنے خاندانِ عالیہ قادریہ رزاقیہ چشتیہ کے یہ دونوں شجرے جن میں مشائخ طریقت اور اولیاء اللہ کے اسماء گرامی مندرج ہیں لکھ کر چند عُلماء اعلام اور اولیاء عظام کے اسماء متبرکہ

اور ان کا مختصر تذکرہ بطور یادگار و حصول برکات
ان اوراق میں درج کرتا ہوں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے
اور اپنے مقبولانِ درگاہ کے زمرہ میں مجھے بروزِ یوم
النشور محشور فرمائے۔"

"شمس العارفین" زیرِ نظر نسخہ عاجز راقم سطور نے مکرمی و
محترمی جناب مولانا وکیل احمد صاحب شروانی استاذ جامعہ
اشرفیہ کے کتب خانے سے حاصل کیا ہے۔ یہ نسخہ متبرکہ حضرت
حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ قدس سرہٗ کے کتب خانہ
سے یہاں منتقل ہُوا۔ جناب مؤلف کی ایک قلمی تحریر جو کتاب کے
آخر میں ہے سے ثابت ہوتا ہے کہ اُنھوں نے خود یہ نسخہ حضرت
حکیم الامت تھانویؒ کی خدمت میں ہدیتہً ارسال کیا تھا۔ تحریر
ملاحظہ ہو:

"حضرت مولانا و مقتدانا مدظلہ العالی،
علینا السّلام علیکم۔
یہ عاجز ڈھائی سال کے عرصہ سے سخت حالت
علالت میں گرفتار ہے اور مرض درد سینہ کا ہے۔ جب
شدت سے درد ہوتا ہے اس وقت اُمیدِ زندگی منقطع
ہوجاتی ہے اور خفت کے ساتھ درد ہمہ وقت موجود
رہتا ہے۔ فقیر کی زندگی اللہ تعالیٰ کی قدرت دکھا رہی

ہے کچھ کم اسی ۸۰ برس کے سن میں ہوں۔ با امید نجات
ومغفرت وسیلۂ دارین سمجھ کر یہ کتاب مستطاب
تالیف کی ہے۔ کیا عجب ہے کہ بعنایتِ الٰہی اس
کی برکت سے اس عاصی پر معاصی کا خاتمہ بالخیر ہو
جائے۔ اُمیدوار ہوں کہ اوّل تا آخر ایک نظر ملاحظہ فرمالی
جائے۔ فقیر کی خوشنودی اور خیر و برکت کا باعث ہوگا۔
فقط والسّلام مدّعا تمام
معروضہ۔ فقیر محمدؐ سراج الیقین عفی عنہ"
شمس العارفین ۱۳۳۳ھ میں طبع ہوا۔ حکیم سیّد سعید احمد ناطق
بلگرامی ثم الکھنوی نے "اذکارِ عارفیہ" سے تاریخِ طبع نکالی ہے۔
تذکرہ ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ سائز ۲۶×۲۰/۸
حضرت شاہ سراج الیقین رحمہ اللہ نے نہایت آسان اُردو
میں یہ جامع تذکرہ مرتب فرمایا ہے حضرت ممدوح خود بھی عالی
نسب اور صاحبِ سلسلۂ شیخِ طریقت تھے۔ وہ حضرت شاہ محمد
حمدانی کرسوی رحمہ اللہ کے فرزند و جانشین اور حضرت شاہ نجات
اللہ محب صادق قادری کرسوی قدس سرہٗ کے پوتے تھے اس
طرح آپ کا سلسلہ حضرت مخدوم شاہ عبدالرزاق بانسوی قدس
سرہٗ کے واسطہ سے حضرت قطب الاقطاب غوث الاعظم محی الدین
ابو محمد شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز تک پہونچتا ہے۔ نیز

سلسلۂ عالیہ چشتیہ آپ کا حضرت قطب عالم سید اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی قدس سرہٗ سے جا ملتا ہے۔ الغرض حضرت شاہ سراج الیقین حسباً و نسباً جامع صفات بزرگ تھے۔ اُنھوں نے "شمس العارفین" میں متقدمین و متاخرین کے علاوہ اپنے معاصرین کے حالات بھی تحریر فرمائے ہیں جن سے ان کے صائب الرائے ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنھیں بزرگانِ دیوبند سے بغایت درجہ تعلق خاطر رہا خصوصاً حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ذکر مبارک انھوں نے نہایت ہی محبت و عظمت کے ساتھ کیا ہے۔

حضرت حجۃ الاسلام کو ان الفاظ میں یاد کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"منبع العلوم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ۔

آپ اجمیر اور مشاہیر علمائے دیوبند میں ہیں اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ کے اعاظم خلفا میں ہیں علوم درسیہ آپ نے حضرت مولانا مملوک العلی صاحب سے تحصیل کیے اور علم حدیث حضرت مولانا شاہ عبد الغنی محدث دہلوی

سے پڑھا آپ کے تبحرؒ اور کمال علمی کی کوئی حد نہ تھی۔ تقریر اور تحریر آپ کی اپنا مثل نہیں رکھتی ہے اور ایک موجزن چشمہ معلوم ہوتی ہے اور افاضہ باطنی ہے حضرت حاجی صاحب کا حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو ایک لسان یعنی زبان عطا فرماتے ہیں۔ چنانچہ حضرت شمس تبریزؒ کے واسطے مولانا رومیؒ کو لسان بنایا تھا اور مجھ کو مولوی محمد قاسم صاحبؒ لسان عطا ہوئے۔ جو واردات میرے قلب میں ہوتے ہیں مولوی صاحب ان کو اپنی تقریر میں ادا کرتے ہیں۔ جس شخص نے مولانا محمد قاسم صاحب کی تقریر سنی ہوگی یا تحریر دیکھی ہوگی وہ سمجھ سکتا ہے کہ کس معدن سے یہ علوم اور اسرار و حقائق آ رہے ہیں۔ آپ صاحب تصانیف عالیہ ہیں اور آپ کے مناظروں کی تقریریں بھی چھپی ہیں جن میں عجیب و غریب تحقیقات علمیہ اور نکات عجیبہ اور مضامین رفیعہ پائے جاتے ہیں در حقیقت ایسا فاضل متبحر اور عالم محقق اس زمانہ میں کوئی نہیں گذرا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اس پایہ کے لوگ کہیں صدیوں کے بعد ہوتے ہیں۔ آپ

نہایت پاکیزہ اخلاق اور منکسر المزاج تھے اور لباس
نہایت سادہ اور معمولی موٹا استعمال فرماتے تھے۔
اور صفتِ قناعت بھی بدرجۂ کمال آپ میں موجود
تھی۔ ہمیشہ معمولی تنخواہ پر بسر فرمائی اور بڑی بڑی
تنخواہوں کی نوکریوں کو پسند نہیں فرمایا۔ مدرسہ عالیہ
دیوبند میں عرصہ تک آپ کا درس تدریس اور بے
انتہا فیض جاری رہا۔ اکابر علماء آپ کے شاگرد
ہیں۔" شمس العارفین صـ ۷۶، ۷۷

مولانا محمّد قاسم نانوتوی

سر سیّد احمد خان

افسوس ہے کہ جناب ممدوح نے ۱۵ اپریل ۱۸۸۰ء کو ضیق النفس کی بیماری سے بمقام دیوبند انتقال فرمایا۔ زمانہ بہتوں کو رویا ہے اور آئندہ بھی بہتوں کو روئے گا لیکن ایسے شخص کے لئے رونا جس کے بعد کوئی اس کا جانشین نظر نہ آوے نہایت رنج اور غم اور افسوس کا باعث ہوتا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ دلی کے علماء میں سے بعض لوگ جیسے کہ اپنے علم اور فضل اور تقویٰ اور ورع میں معروف و مشہور تھے ویسے ہی نیک مزاجی اور سادہ وضعی اور مسکینی میں بھی بے مثل تھے۔ لوگوں کو خیال تھا کہ بعد جناب مولوی محمدؐ اسحاق صاحب کے کوئی شخص ان کی مثل تمام صفات میں پیدا ہونے والا نہیں ہے مگر مولوی محمدؐ قاسم صاحب مرحوم نے اپنی کمال نیکی اور دینداری اور تقویٰ اور ورع اور مسکینی سے ثابت کر دیا کہ اسی دلی کی تعلیم و تربیت کی بدولت مولوی محمدؐ اسحاق صاحب کی مثل اور شخص کو بھی خدا

نے پیدا کیا ہے بلکہ چند باتوں میں اُن سے زیادہ۔

بہت کم لوگ زندہ ہیں جنہوں نے مولوی محمد قاسم صاحب کو نہایت کم عمری میں دہلی میں تعلیم پاتے ہوئے دیکھا ہے انہوں نے جناب مولوی مملوک علی صاحب مرحوم سے تمام کتابیں پڑھی تھیں۔ ابتداء ہی سے آثارِ تقویٰ اور ورع اور نیک بختی اور خدا پرستی کے ان کی اوضاع واطوار سے نمایاں تھے اور یہ شعر ان کے حق میں بالکل صادق تھا۔

بالائے سرش ز ہوش مندی
می تافت ستارۂ بلندی

زمانۂ تحصیلِ علم میں جیسے کہ وہ ذہانت اور عالی دماغی اور فہم و فراست میں معروف و مشہور تھے ویسے ہی نیکی اور خدا پرستی میں بھی زبان زد اہلِ فضل و کمال تھے۔ ان پر جناب مولوی مظفر حسین صاحب کاندھلوی کی صحبت نے اتباعِ سنت پر بہت زیادہ راغب کر دیا تھا اور حاجی امداد اللہ صاحب کی فیضِ صحبت نے ان کے دل کو ایک نہایت اعلیٰ رُتبہ کا دل بنا دیا تھا۔ خود بھی نہایت پابندِ شریعت اور سنت تھے اور لوگوں کو بھی پابندِ شریعت و سنت کرنے میں زاید از حد کوشش کرتے تھے بایں ہمہ ایک عام مسلمانوں کی بھلائی کا بھی ان کو خیال تھا۔ اُنہیں کی کوششوں

سر سید کی تعزیتی تحریریں مرتبہ اصغر عباس علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۸۹ء۔

سے علوم دینیہ کی تعلیم کے لئے نہایت مفید مدرسہ دیوبند میں
قائم ہوا اور ایک نہایت عمدہ مسجد بنائی گئی۔ علاوہ اس کے
اور چند مقامات میں بھی ان کی سعی اور کوشش سے مسلمان مدرسے
قائم ہوئے وہ کچھ خواہش پیر اور مرشد بننے کی نہیں رکھتے تھے
لیکن ہندوستان میں اور خصوصاً اضلاعِ شمال و مغرب میں
ہزارہا آدمی ان کے معتقد تھے اور ان کو اپنا پیشوا اور مقتدا
جانتے تھے۔

مسائلِ خلافیہ میں بعض لوگ ان سے ناراض تھے اور
بعضوں سے وہ ناراض تھے مگر جہاں تک ہماری سمجھ ہے ہم
مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم کے کسی فعل کو خواہ وہ کسی سے ناراضی
کا ہو خواہ کسی سے خوشی کا، کسی طرح ہوائے نفسانی یا ضد اور
عداوت پر محمول نہیں کر سکتے۔ ان کے تمام کام اور افعال جس
قدر کہ تھے بلاشبہ للّٰہیت اور ثوابِ آخرت کی نظر سے تھے اور
جس بات کو کہ وہ حق اور صحیح سمجھتے تھے اسی کی پیروی کرتے
تھے۔ ان کا کسی سے ناراض ہونا بھی صرف خدا کے واسطے
تھا۔ کسی شخص کو مولوی محمد قاسم صاحب اپنے ذاتی تعلقات
کے سبب اچھا یا بُرا نہیں جانتے تھے بلکہ صرف اس خیال سے
کہ وہ بُرے کام کرتا ہے یا بُری بات کہتا ہے خدا کے واسطے
بُرا جانتے تھے۔ مسئلہ حُبّ فی اللّٰہ اور بغض للّٰہ کا خاص ان کے

برتاؤ میں تھا۔ ان کی تمام خصلتیں فرشتوں کی سی خصلتیں تھیں ہم اپنے دل سے اُن کے ساتھ محبّت رکھتے تھے اور ایسا شخص جس نے ایسی نیکی سے اپنی زندگی بسر کی ہے بلاشبہ نہایت محبت کے لائق ہے۔

اس زمانہ میں سب لوگ تسلیم کرتے ہیں اور شاید وہ لوگ بھی جو ان سے بعض مسائل میں اختلاف کرتے تھے، تسلیم کرتے ہوں گے کہ مولوی محمدؐ قاسم اس دنیا میں بے مثل شخص تھے۔ ان کا پایہ اس زمانہ میں شاید معلوماتِ علمی میں شاہ عبدالعزیزؒ سے کچھ کم ہو اِلّا اور تمام باتوں میں ان سے بڑھ کر تھا۔ مسکینی اور نیکی اور سادہ مزاجی میں اگر ان کا پایہ مولوی اسحاق صاحب سے بڑھ کر نہ تھا تو کم بھی نہ تھا۔ درحقیقت فرشتہ سیرت اور ملکوتی خصلت کے شخص تھے اور ایسے شخص کے وجود سے زمانہ کا خالی ہوجانا۔ ان لوگوں کے لئے جو اِن کے بعد زندہ ہیں، نہایت رنج اور افسوس کا باعث ہے۔

افسوس ہے کہ ہماری قوم بہ نسبت اس کے کہ عملی طور پر کوئی کام کرے زبانی عقیدت اور ارادت بہت زیادہ ظاہر کرتی ہے۔ ہماری قوم کے لوگوں کا یہ کام نہیں ہے کہ ایسے شخص کے دُنیا سے اُٹھ جانے کے بعد صرف چند کلمے حسرت و افسوس کے کہہ کر خاموش ہو رہیں۔ یا چند آنسو آنکھ

نسے بہاکر اور رومال سے پونچھ کر چہرہ صاف کرلیں بلکہ ان کا فرض ہے کہ ایسے شخص کی یادگاری کو قائم رکھیں۔

دیوبند کا مدرسہ اُن کی ایک نہایت عمدہ یادگار ہے اور سب لوگوں کا فرض ہے کہ ایسی کوشش کریں کہ وہ مدرسہ ہمیشہ قائم اور مستقل رہے اور اس کے ذریعہ سے تمام قوم کے دل پران کی یادگاری کا نقش جما رہے۔

۱۵ / اپریل ۱۸۸۰ء

اقتباس تذکرہ علمائے ہند

تالیف مولوی رحمان علی مرحوم

المتوفی ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء

رحمان علی صاحب مولانا محمّد حسین الہ آبادی (خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ) کے مرید تھے اور ان ہی سے اجازت و خلافت تھی۔

تذکرہ علمائے ہند ۱۳۰۵ھ میں انھوں نے فارسی زبان میں لکھنا شروع کیا۔ ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۱ء میں مکمل ہوا۔ پہلا ایڈیشن ۱۳۱۸ھ (۱۸۹۴ء) میں نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوا۔

مولوی محمد قاسم نانوتوی ابن شیخ اسد علی بن غلام شاہ بن محمد بخش بن علاء الدین بن محمد فتح بن محمد مفتی بن عبد السمیع بن مولوی ہاشم نانوتوی بہ دوازدہ صد و چہل و ہشت ہجری ولادت یافتہ نام تاریخی وی خورشید حسین است بر حدت طبع و جودت ذہن مجبول شدہ ابتدا از شیخ نہال احمد نانوتوی و مولوی محمد نواز سہارنپوری کتب عربیہ و فارسیہ خواندہ بسال دوازدہ صد و شصت ہجری بدہلی آمدہ کتب درسیہ متعارفہ پیش مولانا مملوک علی نانوتوی مدرس اوّل بمدرسہ دہلی گذرانیدہ و استناد حدیث بخدمت شاہ عبد الغنی محدث دہلوی کردہ بعد فراغ از تحصیل علوم چندی بمدرسہ انگریزی واقع دہلی تعلق گرفتہ و بعد ترک آن تعلق در مطبع احمدی بتصحیح کتب مقرر شد در سن دوازدہ صد و ہفتاد و ہفت ہجری بزیارت بیت اللہ مشرف شدہ دست ارادت بدست ہدایت جناب مولوی و شیخ شیخی حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر و نزیل مکہ معظمہ بسلسلہ چشتیہ صابریہ دادہ مراجعت فرمودہ سرپرستی مدرسہ اسلامیہ بذمہ خود گرفت زان بعد در سال دوازدہ صد و ہشتاد و پنج ہجری ثانیاً بزیارت بیت اللہ الحرام مباہات اندوختہ بوطن

مالوف باز آمده در دہلی بتدریس و تنشیر علوم پرداخت ۔ پادری تارا چند را در مباحثہ مذہبی ساکت نمود در سال دوازدہ صد و نود و سہ ہجری بمقام چاند پور ضلع شاہجہانپور مجمعے بنام نرد میلہ خدا شناسی فراہم شدہ علمای ہر مذہب دران مجمع بہم آمدہ بودند صاحب ترجمہ علیہ الرحمۃ علی روس الاشہاد ابطال تثلیث و شرک و اثبات توحید بنوعی بیان فرمودہ کہ حاضرین جلسہ چہ موافق و چہ مخالف ہمہ مہر سکوت بر دہان خود داشتند و بسال دوازدہ صد و نود و چہار ہجری با پنڈت دیانند سرستی مباحثہ وجود و توحید و با عیسایان گفتگوی تحریف کردہ پنڈت مذکور سر بجیب سکوت فرو برد و پادریان عیسائی کتب خود گذاشتہ فرار ابر قرار ترجیح دادند رسالہ حجۃ الاسلام درینباب مشہور است و ہمدرین سال کرت ثالث بزیارت بیت اللہ الحرام شرف اندوز شدہ مراجعت فرمود بمرض تپ مبتلا گشت درعین بیماری پنڈت دیانند مذکور درباب استقبال قبلہ بر مسلمانان اعتراض کردہ بجوابش رسالہ قبلہ نما تحریر فرمودند و بروز پنجشنبہ وقت ظہر چہارم جمادی الاولی سال دوازدہ صد و نود و ہفت ہجری بمرض تپ و عسر ضرض ذات الجنب رحلت فرمودہ بقصبہ نانوتہ مدفون گردید از تلامذہ وے مولوی محمود حسن دیوبندی و مولوی فخر الحسن گنگوہی و مولوی احمد حسن امروہوی مشہور اند و از تصانیف شریفہ او کتب ذیل مطبوع شدہ شائع اند۔ مجموعہ رسایل قاسم العلوم۔ مصابیح التراویح۔ آب حیات تقریر دلپذیر۔ مباحثہ شاہجہان پور۔ ہدیۃ الشیعہ۔ قبلہ نما دیوبند و نانوتہ دو قصبہ شاہجہان پور اند

۱۹۶۱ء میں محمّد ایوب قادری نے اس کا ترجمہ کیا اور حواشی بھی لکھے۔ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی نے بار اول شائع کیا۔ یہی مطبوعہ نسخہ پیشِ نظر ہے۔ اقتباس ملاحظہ ہو۔

مولوی محمّد قاسم نانوتوی بن شیخ اسد علی بن غلام شاہ بن محمّد بخش بن علاء الدین بن محمّد فتح بن محمّد مفتی بن عبدالسمیع بن مولوی محمّد ہاشم نانوتوی ،

۱۲۴۸ھ/۳۳-۱۸۳۲ء میں پیدا ہوئے ان کا تاریخی نام خورشید حسین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جدت طبع اور جودت ذہن فطری طور سے ودیعت فرمایا تھا، ابتداء میں شیخ نہال احمد نانوتوی اور مولوی محمد نواز سہارن پوری سے عربی و فارسی کی کتابیں پڑھیں ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء میں دہلی پہنچے، مروجہ درسی کتابیں مولانا مملوک علی نانوتوی مدرس اوّل مدرسہ دہلی سے پڑھیں اور حدیث کی سند شاہ عبدالغنی محدّث دہلوی سے حاصل کی اور تحصیل علوم سے فراغت حاصل کر کے کچھ دنوں مدرسہ انگریزی واقع دہلی سے متعلق رہے۔ پھر اس تعلق کو ترک کر کے مطبع احمدی (دہلی) میں تصحیح کتب کا مشغلہ اختیار کر لیا۔ ۱۲۷۷ھ/۱-۱۸۶۰ء میں بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ جناب مولوی شیخ حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر نزیل مکہ معظمہ سے سلسلہ چشتیہ صابریہ میں مرید ہو کر واپس ہوئے اور مدرسہ اسلامیہ (دیوبند) کی سرپرستی اپنے ذمہ لے لی۔ اس کے بعد ۱۲۸۵ھ/۹-۱۸۶۸ء میں دوبارہ حج بیت اللہ کی زیارت کے لیے گئے۔ پھر وطن واپس آئے اور دہلی میں علوم کی تدریس و اشاعت میں مشغول ہو گئے پادری تارا چند کو مذہبی مباحثہ میں خاموش کر دیا۔ ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء میں بمقام چاند پور ضلع شاہجہاں پور میں ایک مجمع کے سامنے جس کا نام میلہ خداشناسی تھا اور جس میں ہر مذہب کے علماء جمع ہوئے تھے۔ صاحب ترجمہ (مولانا محمد قاسم نانوتوی) نے سب کے سامنے علی الاعلان تثلیث و شرک کا ابطال اور توحید کا اثبات اس انداز میں فرمایا کہ حاضرین جلسہ چاہے موافق ہوں یا مخالف ہوں سب خاموش و قائل ہو گئے۔

۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں پنڈت دیانند سرسوتی (بانی تحریک آریہ سماج) سے وجود و توحید کے متعلق اور عیسائیوں سے تحریف (انجیل) کے متعلق گفتگو ہوئی پنڈت مذکور نے خاموشی اختیار کر لی اور عیسائی پادری اپنی کتابیں تک چھوڑ کر بھاگ گئے اس سلسلہ میں رسالہ حجۃ الاسلام مشہور ہے اسی سال سہ بارہ زیارت بیت الحرام سے مشرف ہوے۔ واپس ہونے کے بعد بخار میں مبتلا ہوگئے. جب پنڈت دیانند مذکور نے استقبال قبلہ کے متعلق مسلمانوں پر اعتراض کیا تو عین حالت بیماری میں اس کے جواب میں رسالہ قبلہ نما لکھا بروز پنجشنبہ وقت ظہر چہارم جمادی الاوّل ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء میں تپ اور عرض ذات الجنب کے مرض میں انتقال فرمایا اور قصبہ نانوتہ میں دفن ہوے۔ ان کے شاگردوں میں مولوی محمود حسن دیوبندی۔ مولوی فخرالحسن گنگوہی اور مولوی احمد حسن امروہوی مشہور ہیں۔ ان کی تصنیفات سے مندرجہ ذیل کتابیں طبع اور شائع ہو چکی ہیں مجموعہ رسائل قاسم العلوم، مصابیح تراویح، آبِ حیات، تقریر دل پذیر، مباحثہ شاہجہاں پور، ہدایتہ لشیعہ، قبلہ نما، دیوبند اور نانوتہ شاہجہاں پور کے دو قصبے ہیں۔

(۱) شیخ نہال احمد دیوبند کے رہنے والے تھے۔

(۲) مولوی محمّد قاسم نانوتوی نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے دست حق پرست پر بیعت جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے قبل کی تھی یعنی جس وقت حضرت حاجی صاحب ہند پاکستان میں موجود تھے اور ہجرت نہیں فرمائی تھی۔

(۳) مولانا محمّد قاسم نانوتوی نانوتہ میں نہیں بلکہ دیوبند میں دفن ہوے۔

(۴) مولانا محمود الحسن ابن مولوی ذو الفقار علی (۱۲۶۸ھ/۲-۱۸۵۱) میں بانس بریلی (روہیل کھنڈ) میں پیدا ہوے۔ مولوی ذو الفقار اس زمانہ میں بریلی میں

بسلسلہ ملازمت مقیم تھے۔ مولانا محمود الحسن دار العلوم دیو بند کے پہلے طالب علم
تھے اور پہلے مدرس ملا محمود تھے۔ ۱۲۸۴ھ / ۸-۱۸۶۷ء میں کنز الدقائق،
میبذی اور مختصر المعانی کا امتحان دیا۔ ۱۲۸۵ھ / ۹-۱۸۶۸ء میں ہدایہ،
مشکوۃ اور مقامات حریری کے امتحان میں شریک ہوئے۔ ۱۲۸۶ھ /
۷۰-۱۸۶۹ء میں کتب صحاح ستہ اور دوسری کتابیں مولانا محمّد قاسم نانوتوی
سے پڑھیں ۱۲۸۸ھ / ۲-۱۸۷۱ء میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ ۱۲۹۰ھ /
۴-۱۸۷۳ء میں دستار بندی ہوئی۔ پھر دار العلوم دیو بند میں مدرس ہو گئے۔
۱۳۰۸ھ / ۱-۱۸۹۰ء میں صدر دار العلوم مقرر ہوئے۔ ۱۳۳۳ھ /
۵-۱۹۱۴ء تک دار العلوم میں علمی اور تدریسی خدمات انجام دیں۔ مولانا
محمود الحسن کے ممتاز تلامذہ میں مولانا حسین احمد مدنی، مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا
انور شاہ کشمیری، مفتی کفایت اللہ، شاہجہاں پوری ثم دہلوی، مولانا منصور
انصاری (محمّد میاں)، مولانا حبیب الرحمان، مولانا محمد اعزاز علی امروہوی، مولانا
محمّد صادق (بانی مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ، کراچی) وغیرہ وغیرہ ہیں۔ مولانا
محمود الحسن کی تصنیفات سے حاشیہ ابو داوٗد شریف حاشیہ مختصر المعانی، ایضاح
الادلہ، ابواب و تراجم بخاری شریف، جہد المقل وغیرہ ہیں، مولانا محمود الحسن
جنگ آزادی کے صف اوّل کے قائدین میں تھے۔ مولانا محمود الحسن نے دار العلوم
دیو بند کو تحریک آزادی کا ایک اہم مرکز بنا دیا۔ مولانا مالٹے میں قید رہے۔
۱۲ مارچ ۱۹۲۰ء کو رہا ہوئے۔ قوم نے شیخ الہند کا خطاب دیا۔ ۱۸ ربیع الاوّل
۱۳۳۹ھ مطابق ۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء بروز منگل رحلت فرمائی۔
شیخ الہند محمود الحسن کے تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو:۔

(۱) علمائے حق از محمد میاں ص ۱۰۷ - ۲۲۰

(۲) حیات شیخ الہند از مولوی اصغر حسین دیو بندی (مطبوعہ دیو بند)

(۳) سفر نامہ اسیر مالٹا از مولانا حسین احمد مدنیؒ (مطبوعہ)

(۴) ذاتی ڈائری از مولانا عبید اللہ سندھی (مطبوعہ)

(۵) مولانا احمد حسن بن اکبر حسین ۱۲۶۷ھ / ۱-۱۸۵۰ء میں امروہہ میں پیدا ہوئے شروع میں مولوی رافت علی، مولوی کریم بخش نخشبی، مولوی محمد حسین جعفری سے عربی اور فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر دیو بند پہنچ کر مولانا محمد قاسم نانوتوی سے اخذ علوم کیا، ان کے اساتذہ میں حکیم امجد علی خاں، مولانا احمد علی سہارن پوری، قاری عبدالرحمان پانی پتی اور مولانا عبد القیوم بھوپالی وغیرہ شامل ہیں۔ جب حجاز تشریف لے گئے تو مولانا شاہ عبدالغنی مجددی سے حدیث کی سند لی۔ اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بیعت درست کی تا عمر مشغلہ تبلیغ و تدریس جاری رہا۔ خورجہ، دہلی اور سنبھل میں درس دیا۔ ایک مدت تک مدرسہ شاہی مسجد مراد آباد میں صدر مدرس رہے۔ ۱۳۰۱ھ / ۴-۱۸۸۳ء سے وطن میں قیام فرمایا اور مدرسہ اسلامیہ عربیہ واقع جامع مسجد میں درس دیا۔ آپ کے مضامین کا ایک مجموعہ "افادات احمدیہ" کے نام سے طبع ہوا ہے۔ ۱۳۳۰ھ / ۱۲-۱۹۱۱ء میں انتقال ہوا ملاحظہ ہو ماثر الکرام جلد سوم (تاریخ امروہہ)

(٦) مولانا محمد قاسم کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو۔

(۱) سوانح عمری مولانا محمد قاسم نانوتوی از مولانا محمد یعقوب نانوتوی۔

(۲) سوانح قاسمی (سہ جلد) مرتبہ مولانا مناظر احسن گیلانی۔

(۳) مباحثہ شاہجہاں پور (مطبوعہ)

(۴) گفتگوے مذہبی (واقعہ میلہ خدا شناسی) از مولانا محمد قاسم نانوتوی،

مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۲ھ)

(۵) نزہتہ الخواطر جلد ہفتم ص ۳۸۲-۳۸۴

(۶) سفینۂ رحمانی از حافظ عبدالرحمان جھنجھانوی ص ۳۸-۴۰، ۱۱۹-۱۲۰
(نول کشور پریس، لکھنؤ ۱۸۸۴ء) (مترجم)

تذکرۂ علمای حال

تالیف : حضرت مولانا محمّد ادریس صاحب نگرامی

مطبوعہ بار اوّل : ۱۸۹۷ء

مطبع : منشی نولکشور لکھنؤ

کتاب ''تذکرۂ علمای حال'' کی رعایت سے مؤلف ممدوح نے صرف اپنے زمانہ کے موجود علماء کا تذکرہ لکھا ہے لہذا حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا ذکر مبارک اس میں شامل نہیں کیا۔ البتہ ان کے تلامذۂ خاص کے ذکر خیر سے کتاب کو زینت دی ہے۔

ملاحظہ ہو۔

۱۔ مولوی سیّد احمد حسن صاحب:

مدرس اول مدرسۂ امروہہ ضلع مراد آباد۔ آپ مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم نانوتوی کے خاص شاگردوں میں ہیں علم معقول میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں آپ کے تلامذہ میں سے مولوی حکیم مظہر الهادی صاحب امروہوی ہیں۔(ص ۱۰)

۲۔مولوی محمود حسن صاحب دیو بندی:

ابن مولوی ذو الفقار علی صاحب مدرس اعلیٰ مدرسۂ دیو بند۔ آپ مشہور عالم با عمل و فاضل اجل ہیں۔ مولانا محمّد قاسم صاحب مرحوم نانوتوی کے شاگرد ہیں، آپ کے فہم و ذکاوت و تیزی طبع کا یہ حال ہے کہ جملہ علوم

معقول و منقول ایسا پڑھاتے ہیں کہ گویا خود اس کے موجد ہیں۔ تقریر نہایت خوش بیانی کے ساتھ فرماتے ہیں فن مناظرہ میں بھی دستگاہ کامل رکھتے ہیں، نہایت متواضع و منکسر المزاج ہیں۔ سلمہ اللہ تعالیٰ (ص ۸۸)

مولوی حافظ احمد صاحب نانوتوی:

ابن جناب مولانا محمّد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسکن آپ کا نانوتہ ضلع سہانپور ہے حسن خلق و انکسار و دیگر اخلاق حسنہ میں اپنے والد بزرگوار کے قدم بقدم ہیں۔ (ص ۱۰)

۴۔ مولوی حکیم اولاد رسول صاحب:

ابن ناظر شمس الدین صاحب مرحوم۔ ولادت آپ کی بمقام مؤایمہ ضلع آلہ آباد ۱۲۶۹ھ بارہ سو انہتر ہجری میں ہوئی۔ بدو شعور سے شوق علم ہوا، دس سال کی مدت میں مفتی عبد الرب صاحب و مفتی محمد علی صاحب و مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی و مولانا محمد یعقوب نانوتوی و مولوی سید احمد صاحب مدرس اوّل مدرسۂ دیو بند سے تمام و کمال علوم مروجہ حاصل کیے۔ سلمہ اللہ تعالے (ص ۱۸)

۵۔ مولوی حکیم سیّد فخر الحسن صاحب گنگوہی:

آپ قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور میں پیدا ہوے اور مولانا محمّد قاسم صاحب کے ارشد تلامذہ سے ہیں۔ فی الحال کانپور میں مطب فرماتے ہیں۔ ابن ماجہ اور ابو داؤد کو آپ نے محشی کیا۔ سلمہ اللہ تعالے (ص ۶۴)

٦ - مولای سیّد فدا حسین صاحب محی الدین نگری:

مولد آپ کا برونی ضلع مونگیر ہے اور وطن موضع محی الدین نگر ضلع دربھنگہ ہے۔ وقت کے کبار علماء سے آپ نے علم حاصل کیا۔ اور توضیح و تلویح و ترمذی شریف و بعض مقامات کتاب ہدایہ مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم نانوتوی سے حاصل فرمائے۔ طریقت میں بیعت آپ کو حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحب[1] مدظلہ سے ہے اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کی تربیت سے فیض ملا اور خاندان نقشبندیہ و قادریہ میں حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب مرادآبادی سے آپ کو ارشاد حاصل ہے۔ اب فی الحال مدرسہ امدادیہ نستار سولپور میں حسب الحکم اپنے پیر و مرشد کے طلبہ کو درس دیتے ہیں۔ مولوی محمد یٰسین صاحب آروی آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ سلمہ اللہ تعالٰے (ص ٦٤)

---

[1] حضرت حاجی حافظ شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر: ابن حافظ محمد امین صاحب وطن قدیم آپ کا تھانہ بھون ضلع مظفر نگر ہے۔ ولادت آپ کی بائیس صفر روز دوشنبہ ۱۲۳۳ھ بارہ سو تینتیس ہجری میں بمقام نانوتہ ضلع سہارنپور ہوئی۔ علوم متعارفہ میں بلاتوسط احدے خدا نے دستگاہ کامل عطا فرمائی ہے۔ علم وہبی حاصل ہے۔ آپ کو بیعت و اجازت و خلافت حضرت شاہ نصیر الدین صاحب دہلوی و حضرت شاہ نور محمد صاحب جھنجھانوی سے ہے زمانہ غدر میں آپ وطن مالوف سے ہجرت فرما کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے

ہمیشہ مثنوی مولانائے روم کا درس دیا کرتے ہیں۔ آپ کے خلفا و مریدین میں سے مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی دام فیضہ و مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی و مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی و مولوی عبدالرحمٰن صاحب کاندھلوی و حافظ محمد یوسف صاحب تھانوی و مولوی محمد حسن صاحب پانی پتی و مولوی کرامت علی صاحب انبالوی و مولوی محی الدین خان خاطر میسوری و مولوی محمد ابراہیم صاحب اجراوری و مولوی ضیاء الدین صاحب رامپوری و مولوی فیض الحسن صاحب سہارنپور و مولوی محی الدین خان مراد آبادی و مولانا حافظ حاجی محمد حسین صاحب آلہ آبادی و مولوی احمد حسن صاحب بٹالوی و مولوی نور محمد صاحب نورنگ آبادی و مولوی محمد شفیع صاحب نورنگ آبادی و مولوی عنایت اللہ صاحب مالوی و مولوی صفات احمد صاحب غازیپوری و مولوی محمد افضل صاحب ولایتی و مولوی سید فدا حسین صاحب محی الدین نگری و مولوی اشرف علی صاحب تھانوی و مولوی خلیل الرحمٰن صاحب رڑکوی و مولوی عبد الغنی مرحوم بہاری و مولوی حکیم قادر بخش صاحب سہسرامی و مولوی رحیم بخش صاحب شیر کوٹی وغیرہم ہیں۔ آپ کے تصانیف منیفہ میں سے غذائے روح، و ضیاء القلوب، و تحفۂ العشاق، وجہاد اکبر، و ارشاد مرشد، و درد نامۂ غمناک، و جواب ہفت مسئلہ، و گلزار معرفت، ورسالۂ وحدت و جود مفید خلائق ہیں۔ مفصل تذکرہ آپ کا خواہر زادہ فقیر حاجی مولوی محمد احسن نگرامی سلمہ نے رسالۂ شمائم امدادیہ میں لکھا ہے۔ **متع اللہ المسلمین بطول بقائہ** (تذکرہ علمائے حال ص ۱۶)

اقتباس تذکرة العابدین

تالیف : مولانا محمّد نذیر احمد دیوبندی

سن تالیف : ۱۳۱۹ھ (۱۹۰۱ء)

طبع اوّل : تجارتی پریس علیگڑھ

مولانا محمّد قاسم صاحب خلیفہ حاجی[لہ] امداد اللہ صاحب

ولادت قصبہ نانوتہ ماہ شعبان ویا رمضان ۱۲۴۸ھ

وفات ۴ جمادی آلاخر دیوبند بروز جمعرات بعد

نمازظہر ۱۲۹۷ھ۔ (ص ۲۷۲)

[لہ] ذکر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر فی سبیل اللہ فاروقی تھانوی مکی قدس اللہ سرّہ العزیز۔ آپ بہت بڑے شیخ المشائخ امام الطریقت کاشف الحقیقت قطب الزمان محبوب خلاق شہرۂ آفاق عالم میں ہوے۔ اور بہت مخلوقِ خدا آپ سے فیض یاب ہوئی اور بڑے بڑے مشائخ نے آپ سے استفادہ کیا۔ اور تمام روے زمین پر آپ کا فیض پہنچا۔ کوئی ملک ایسا نہیں معلوم ہوتا کہ جہاں آپ کا خلیفہ نہ ہو اور کوئی بشر ایسا معلوم نہیں ہوتا کہ جو آپ کے حالات سے واقف نہ ہو آپ عجیب منبع فیوض و برکات تھے۔ میں نے خود مکہ معظمہ میں دیکھا کہ علاوہ صلحاے ہند کے ہمیشہ آپ کے گرد شام و مصر و روم و دیگر ملک کے برگزیدہ علماء و مشائخ جمع رہتے تھے۔ آپ اصل رہنے والے تھانہ بھون کے تھے بعد عذر آپ مکہ معظمہ کو ہجرت کر گئے

اور اُسی جگہ بروز چہارم شنبہ ۱۲- جمادی آلاخر ۱۳۱۷ھ میں وفات پائی
مزار پُرانوار جنت معلی میں ہے، قریب مزار مولانا مولوی رحمت اللہ صاحب
جنہوں نے ۱۳۰۸ھ میں وفات پائی- آپ کے خلفاء بہت ہیں-
مگر مشہور خلیفہ آپ کے مولوی رشید احمد گنگوہی سلّمہ و حاجی محمّد عابد صاحب
دیو بندی سلّمہ و مولوی محمّد قاسم صاحب رحمہ اللہ و مولوی محمّد یعقوب
صاحب رحمہ اللہ و حکیم ضیاء الدین صاحب رحمہ اللہ و غیرہ ہیں- مفصل
حالات آپ کے شمائم امدادیہ سے معلوم ہو سکتے ہیں- (ص ۸۲)

اقتباس تذکرہ وصال الجمیل

تالیف : علامہ شاہ محمد جمیل الرحمٰن حنفی قادری چشتی نظامی رحمہ اللہ

سن تالیف : ۱۳۴۳ھ

مطبوعہ : دہلی

معدنِ علوم مختلفہ مردِ میدانِ مناظرہ ومباحثہ

مولوی محمّد قاسم صاحب نانوتویؒ

مولانائے موصوف عالم فاضل اور مشہور مناظر ہونے کے علاوہ نہایت عابد زاہد قانع متوکل بغایت خلیق واقع ہوئے تھے۔ عربی۔ فارسی۔ نظم و نثر بے تکان لکھتے بولتے تھے سیدھے سادھے اتنے تھے کہ آپ کی وضع طرح پر علمیت کا گمان بھی نہ ہوتا تھا۔ آپ دہلی کے مشہور مطبع احمدی و مجتبائی میں تصحیح و تحشی کتب کا کام کرکے بسر اوقات فرماتے رہے۔ حنفی مذہب چشتی صابری مشرب رکھتے تھے۔ شیخ اسد علی صاحب آپ کے والد کا نام تھا۔ مولانا تلامذہ خاص مولوی مملوک العلی نانوتوی مدرس مدرسہ عربی اور مولانا حافظ قاری حاجی شاہ عبدالغنی مجددی محدّث دہلوی نقشبندی خانقاہی المعروف بہ حاجی میاں سے تھے۔ مولانا موصوف کو زبدۃ الاولیائے کرام برگزیدہ مخلصان ذوالجلال والاکرام قطب جہاں غوث زمان حضرت مولانا حاجی شاہ امداد اللہ مہاجر مکی سے شرف بیعت حاصل تھا۔ بروز پنجشنبہ ۴ جمادی الاوّل ۱۲۹۷ھ میں ظہر کے وقت بمقام دیو بند آپ نے انتقال فرمایا۔

حیات حضرت نانوتویؒ پر قابل مطالعہ کتابیں

۱ سوانح حضرت مولانا محمّد قاسم نانوتویؒ

از حضرت مولانا محمّد یعقوب نانوتویؒ

۲ حیات حضرت مولانا محمّد قاسم نانوتویؒ

از حضرت قاری محمّد طیّب صاحبؒ

اس کتاب کا مسودہ چوری ہو گیا اسلئے شائع نہ ہو سکی

۳ سوانح قاسمی

از حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی صاحبؒ

۴ انوار قاسمی

از مولانا انوار الحسن شیر کوٹیؒ

۵ حضرت مولانا محمّد قاسم نانوتویؒ حیات اور کارنامے

از مولانا اسیر ادروی

۶ بانی دار العلوم

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمّد سرفراز خاں صاحب صفدر

۷ احوال و آثار حضرت مولانا محمّد قاسم نانوتویؒ

از مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی